بسم اللہ الرحمن الرحیم

جامعہ مدنیہ سبل پور پٹنہ کا دینی، اصلاحی، ادبی ترجمان

ماہنامہ ندائے قاسم

بیادگار: حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ، بانی دارالعلوم دیوبند

بانی: حضرت مولانا محمد قاسم صاحب، سابق پرنسپل مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ پٹنہ وبانی جامعہ مدنیہ سبل پور پٹنہ

مجلس مشاورت

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب — مولانا محمد مرغوب الرحمٰن صاحب

جناب سمیع احمد صاحب — جناب حاجی بلال الدین صاحب

نگراں: حضرت مولانا محمد ناظم صاحب ناظم جامعہ مدنیہ سبل پور پٹنہ

مدیر مسئول: مولانا محمد سالم — مدیر تحریر: خالد انور پورنوی، المظاہری

جلد: 3	جولائی 2017ء	شوال المکرّم ۱۴۳۸ھ	شمارہ: 33

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب: 09431011919

مولانا محمد ناظم صاحب: 09431015726

مولانا مرغوب الرحمٰن صاحب: 09470083120

مولانا محمد سالم صاحب: 09934291786

ماہنامہ ندائے قاسم

Monthly **NIDA-E-QASIM**

Nafees colony, Baripath,

Mahendru, Patna-6

فی شمارہ: 20/روپیہ - سالانہ زرتعاون: 200/روپیہ

OWNER, EDITOR, PRINTER & PUBLISHER : MOHAMMAD QUASIM,

PRINTED AT INDIAN ARTS OFFSET, BASEMENT OF SBI, MAHENDRU, ASHOK RAJPATH, PATNA:-6, & PUBLISHED FROM OFFICE OF THE "NIDA-E-QASIM", NAFEES COLONY, BARIPATH, MAHENDRU, DIST- PATNA-6,

RNI No BIHURD/2014/59332, MOB.: 9431011919

فہرست مضامین

اداریہ	طول غم حیات سے گھبرا، نہ اے جگر!	خالد انور پورنوی المظاہری	03
درس قرآن	آزمائشیں ایمان کی نشانی! قسط دہم	حضرت مولانا محمد قاسم صاحب	07
درسِ حدیث	ریا ایک درجہ کا شرک اور ایک قسم کا نفاق ہے	جناب مولانا محمد ناظم صاحب	10
مقالات و مضامین	صالحین کی صحبت!	جناب مولانا محمد اسرار الحق قاسمی	12
	قرآن کریم: عالم انسانیت کیلئے مشعل راہ	جناب مولانا عبد الصمد قاسمی	18
	امام حدیث: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ	از: ڈاکٹر ساجد خاکوانی	21
	دوسروں کی مصیبت پر اظہار مسرت نہ کریں!	مولانا نثار احمد حصیر القاسمی	28
	مدارس پر ایک آنکھیں کھول دینے والی تحریر!	بذریعہ نیٹ	32
	عالمی یوم آبادی اور ہمارے ملک بھارت کا منظر نامہ	ڈاکٹر سیّد احمد قادری	34
	وزیر اعظم کا دورۂ اسرائیل	حفیظ نعمانی	37
	’ملک کو نفرت سے بچائیں‘	نازش ہما قاسمی	39
	والدین کا مقام، اسلام اور جدید تہذیب	آمنہ پروین، مالیگاؤں	42
	امرناتھ یاترا پر حملہ: چند سوال	راحت علی صدیقی قاسمی	46
بیت اللہ	حج بیت اللہ؛ روحانی تربیت کا ایک بہترین ذریعہ	ریحان اختر، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی	49
	کعبہ پہ پڑی جب پہلی نظر!	ادارہ	52
پریس ریلیز	گیارہویں چھ روزہ تحفظ ختم نبوت تربیتی کیمپ	از قلم: محمد احمد ایم اے	53
شخصیات	حضرت شیخ یونس؛ کچھ یادیں، کچھ باتیں	مدیر تحریر کے قلم سے	56
جمعیة	منظور کردہ تجاویز؛ میٹنگ اراکین مجلس عاملہ، ضلعی صدور وسکریٹری	ادارہ	60
شب وروز	جامعہ ہذا میں تعلیمی سیشن کا آغاز	ادارہ	63

E-Mail:-.nedaequasim@gmail.com

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا اتفاق ضروری نہیں!

کمپیوٹر کتابت: مہجود عالم، بھاگلپوری: 09934837448

اداریہ

طولِ غمِ حیات سے گھبرا، نہ اے جگر!

خالدانورپورنوی المظاہری

امرناتھ یاترا پر حملہ ہوا، دنیا بھر نے اس کی مذمت کی، مسلمانوں نے بھی اس حملہ کے خلاف احتجاج کیا اور حملہ کرنے والوں کے خلاف سخت سے سخت قدم اٹھانے کی اپیلیں کیں۔ سلیم نے تو اپنی جان پر کھیل کر پچاسوں لوگوں کو آتنگ وادی حملہ سے بچادیا، مگر بدلہ میں کیا ملا؟ حصار میں بجرنگی غنڈوں کی طرف سے ایک عالم دین اور مسجد کے امام پر حملہ، بھارت ماتا کی جے زبردستی بولوانے کا فرمان اور نہ بولنے کی وجہ سے مسجد میں گھس کر پٹائی!

دو نظریہ ہے، ایک تو عام مسلمانوں اور عام ہندوستانیوں کا نظریہ ہے، جو کہ سلیم نے پیش کر کے دکھایا ہے، اور ایک نظریہ وہ ہے جو کہ بجرنگیوں، اور گئو رکشک غنڈوں کی طرف سے بار بار پیش کیا جا تا رہا ہے، ایک بھیڑ ہوتی ہے اور وہ اخلاق اور پہلو خان کو مار دیتی ہے، اور کبھی جنید کو چاقو سے چھلنی چھلنی کر دیتی ہے، اب یہ طے آپ کو، ہم کو اور ہندوستانی عوام کو کرنا ہے کہ وہ کون سا نظریہ پسند کرتے ہیں؟

کشمیری مسلمان جن پر مختلف الزامات لگتے رہے ہیں، آتنگ وادی، دہشت گری، اور دیگر خطابات سے نوازا جا تا رہا ہے، مگر پورا ہندوستان دیکھ رہا ہے کہ وہ کس طرح امرناتھ یاترا کے زخمی مسافروں کی دیکھ بھال کر رہے ہیں، اس کے باوجود بھی اگر ہندوستان کا مسلمان ہر وقت شک کے دائرے میں رہتے ہیں، تو اس کا مطلب صاف ہے کہ ''ہم مسلمان ہیں'' یہی ہمارا جرم ہے۔

گذشتہ دنوں جب کشمیر گھاٹی میں کرفیو چل رہا تھا، نہ گاڑیاں چل رہی تھیں اور نہ کوئی سواری کا انتظام تھا، پیدل چلنا بھی اپنی جان کو خطرے میں ڈالنا تھا؛ مگر جب زبیدہ نامی ایک کشمیری عورت کی سہیلی، پنڈت دیوانند کی بیوی کے گھر میں غلہ، اناج اور کھانے کا سامان ختم ہو گیا، زبیدہ اپنے شوہر کے ساتھ 12 رکیلومیٹر پیدل چل کر اور اپنی جان کو ہتھیلی پر رکھ کر دکان جاتی ہے، سارا سامان خریدتی ہے، اور اپنی سہیلی کے گھر پہونچا کر ہی اطمیان کا سانس لیتی ہے؛ مگر اس کے باوجود کشمیری مسلمانوں سے اتنی نفرت کیوں؟ کیا اس لئے کہ وہ مسلمان ہیں؟

ایک بی جے پی ایم ایل اے رام مندر کے حوالہ سے بیان دیتے ہوئے کہتا ہے: اگر رام مندر نہیں بننے دیا گیا تو حج کیلئے مکہ اور مدینہ مسلمانوں کو جانے نہیں دیں گے۔ ظاہر ہے اس طرح کے غیر ذمہ دار نیتا کے سوال کا جواب دے کر ان کے قد کو اونچا کرنا ہم اپنی توہین سمجھتے ہیں، ہاں ہمارے دوسرے ہندو بھائی ''Sujeet Jaiswal'' نے

اس کی تردید کرتے ہوئے واضح طور پر اعلان کیا کہ جب امرناتھ یاتریوں کیلئے سلیم کھڑا ہوسکتا ہے تو حج یاتریوں کیلئے بھی ہم ڈھال بن کر کھڑے رہیں گے، جس کی اوقات ہو وہ روک کر دکھائے؟

یقیناً اقتدار بدلتے رہے ہیں، اور حکومتیں آتی اور جاتی رہی ہیں، آج یہ ہے، کل کوئی اور، مگر اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ کرایہ کے مکان پر رہنے والے اسے اپنا مکان سمجھنے لگیں، اگر ایسا ہے تو یقیناً یہ بہت بڑی بھول ہے، مکان مالک کو چاہئے کہ جتنی جلدی ہوسکے ایسے کرایہ داروں سے مکان کو خالی کرائیں، ورنہ انگریز کا دور ہم دیکھ چکے ہیں، وہ کس طرح تجارت کے بہانے ہندوستان آتا ہے اور چاپلوسی، عیاری اور مکاری کر کے ہندوستان کے سیاہ وسفید کا مالک بن جاتا ہے۔ بھلا اس وقت کون سوچا ہوگا کہ ہماری تھوڑی سی غلطی کی وجہ سے دوسو سال تک انگریزوں سے لڑائی لڑنی ہوگی؟

ملک کے وزیر اعظم اسرائیل گئے، دونوں کی دوستی بھی خوب دیکھی ہم نے، لگتا ہے زمانہ سے دونوں ایک دوسرے کے منتظر ہوں، جبکہ یہ ہندوستانی مزاج کے خلاف تھا کہ وہ دنیا کے سب سے بڑے ظالم اور مظلوم فلسطین کے خون سے ہولی کھیلنے والوں کی حمایت کرے، مگر پھر بھی ہمارے پی ایم گئے، بھلا ہم انہیں کیا کہہ سکتے ہیں؟ اچھا اور بُرا سمجھنے کا شعور تو ہوگا ہی انہیں؟ وہاں پر جا کر ایک یہودی بچہ سے بھی ملاقات کی، جس کے ماں باپ ممبئی حملے میں مر چکے تھے، اور وہی زندہ محفوظ رہا، یقیناً یہ ایک قابل تعریف اقدام ہے، دنیا بھر نے سراہا ہے، اور سراہا جانا بھی چاہئے، لیکن ہم ابھی تک منتظر ہیں کہ وہ حافظ جنید کے بھائیوں سے کب ملیں گے؟ اگر ہمارے انتظار کا جواب نفی میں ہے اور امید بھی یہی ہے، تو اس کا مطلب واضح ہے کہ وہ اسرائیل جیسے لوگوں کے ساتھ اپنی شبیہ بہتر بنائے رکھنا چاہتے ہیں اور بس!

ہم کس دیش میں جی رہے ہیں؟ جنگل سے بدتر حالات پیدا ہو چکے ہیں، ایک بھیڑ ہوتی ہے، اور یہ انسان نما درندے انسانوں پر ٹوٹ پڑتے ہیں، لاٹھیوں اور دیگر ہتھیاروں سے اس پر حملہ کر دیتے ہیں، ''جے شری رام، بھارت ماتا کی جے'' اور اس طرح کے کفریہ، شرکیہ جملے بولنے پر مجبور کرتے ہیں، مارنا شروع کرتے ہیں، اتنا مارتے ہیں کہ مارتے مارتے جان سے مار دیتے ہیں، اور ایسا کرنا اپنے لئے فخر وکمال سمجھتے ہیں۔ حد تو یہ ہے کہ اس بھیڑ میں ایک بھی انسان نظر نہیں آتا جو تڑپتے زخمی کی مدد کر سکے؛ ہاں ویڈیو بنانے اور اس کے ذریعہ مسلمانوں میں خوف وہراس پیدا کرنے کیلئے لوگ ضرور وہاں موجود ہو جاتے ہیں۔ سب کچھ دیکھ، سن کر حکومت خاموش تماشائی ہے۔ احتجاج کیا جاتا ہے، انصاف کی مانگ کی جاتی ہے، تب ملک کے پی ایم اپنی چپی توڑتے ہیں

اور وہ بھی صرف اس حد تک کہ ان گئو رکشک غنڈوں اور دہشت پھیلانے والے لوگوں کو نصیحت کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ حالانکہ بجائے نصیحت کے انصاف کے تقاضوں پر عمل کیا جاتا، گئو رکشک غنڈوں پر لگام کسا جاتا تو آئندہ اس طرح کے جرائم کی کسی کو بھی ہمت نہیں ہوتی، مگر یہاں تو معاملہ ہی الٹا ہے، جوں جوں مودی جی کی نصیحت سامنے آتی ہے اس میں اضافہ ہوتا ہے، تو پھر کیا ہم یہ سچ نہ مان لیں کہ قانون کو اپنے ہاتھ میں لینے والے ان غنڈوں کا کنٹرول پی ایم کے بس سے باہر ہے؟

ملک کی آزادی کے بعد علماء کرام نے ہندوستان کو دارالامن کہا تھا، اور پوری دنیا میں ہندوستانی مسلمانوں نے ہندوستان کے امن وشانتی کا چرچا کیا تھا، ''سارے جہاں سے اچھا ہندوستان ہمارا'' گیت گا گا کر ہم نے بتایا تھا کہ ہمارا دیش سب سے اُوپر ہے، مختلف تہذیبوں، زبانوں، مسلکوں اور مذہبوں کا ایک حسین سنگم ہے، جس کی مثال دنیا کے کسی بھی ملک میں نہیں ملتی ہے، ہاں ہندوستان کا ایک بڑا طبقہ اسی تہذیب کو بحال وبرقرار دیکھنا چاہتا ہے جب کہ دوسرا طبقہ اس کے بالکل خلاف ہے، اور وہ ہر حالت میں ایک ہی رنگ یعنی ملک کو زعفرانی رنگ میں رنگنے کی تیاریوں میں مصروف ہے۔ جس کی وجہ سے ہندوستان کا امن وامان خطرے میں پڑ گیا ہے، ایسے وقت میں ہندوستان کا ہر مسلمان اور ہر سیکولر ہندوستانی یہ سوچنے پر مجبور ہے کیا یہ وہی ہندوستان ہے جسے دارالامن کہا گیا تھا، یا ایک ایسا ہندوستان جہاں پر ہر دن مسلمانوں، اقلیتوں اور دلتوں پر ظلم کے پہاڑ توڑے جا رہے ہیں، اور ملک کے چوکیدار، چوکیداری اور ہندوستانیوں کی رکھوالی کرنے کے بجائے پوری دنیا کی سیر کر رہے ہیں!

ہندوستان کی جمہوریت اور سیکولرازم کی بحالی کے لئے صرف مسلمان آگے آئیں گے تو یقیناً کامیابی نہیں ملے گی، دیگر اقلیتوں، دلتوں اور اکثریتی طبقہ سے تعلق رکھنے والے سیکولر ہندؤں کو بھی سامنے آنا ہوگا، اور پوری مظبوطی سے ملک اور ملک کی خوبصورتی کو بچانے کے لئے اپنی توانائی صرف کرنی ہوگی، انہیں طے کرنا ہوگا کہ ملک میں ایک مخصوص طبقہ کا ہی نظریہ چلے گا یا پھر تمام ہندوستانیوں کا؟ جب تک یہ طے نہیں ہوگا کہ بھگوائیوں اور زعفرانیوں کے مظالم سے ہندوستان کو نجات نہیں ملے گی!

کانگریس صدر سونیا گاندھی جی کی بات بڑی اچھی لگی: جب میرا کمار کا نام صدر جمہوریہ کیلئے پیش کیا، تو انہوں نے واضح طور پر کہا: عددی طاقت یقیناً حکمراں پارٹی کے پاس ہمارے مقابلہ زیادہ ہے، مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہم مقابلہ نہیں کر سکتے، یہ تو نظریہ کی جنگ ہے، اور بات بالکل صحیح ہے، حکمراں پارٹی یقیناً بہت ہی مضبوط ہے، مگر اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ مسلمانوں، اقلیتوں اور دلتوں کو کچل دیا جائے۔ آج بھی ہندوستان میں

انسانیت زندہ اور متحدہ قومیت کا تصور باقی ہے، ہندوستان کی اکثریت آج بھی اخوت و بھائی چارگی، ہمدردی اور جان نثاری کا جذبہ ہندوستانیوں میں دیکھنا چاہتی ہے، وہ ان گئو رکشک غنڈوں کو قطعی پسند نہیں کرتی ہے۔

سپریم کورٹ کا فیصلہ آچکا ہے کہ کسی طرح کے مویشی خرید وفروخت پر پابندی نہیں لگائی جاسکتی ہے، ہم اس کا خیر مقدم کرتے ہیں، مگر زمینی سطح پر جو یہ غنڈے ادہم مچائے ہوئے ہیں، اس کا کیا ہوگا؟ مودی جی اب تک چار بار وارننگ دے چکے ہیں، لیکن نتیجہ صفر ہے، اور ویسے بھی ہندوستان میں بیف کی چار بڑی کمپنیاں ہیں، چاروں کے مالک ہندو ہیں، مگر ان پر نہ کوئی پابندی عائد ہوتی ہے، اور نہ اس طرف کسی کی توجہ ہے، چونکہ یہی اس کے مالک ہیں اور یہاں راہ چلتے ہوئے محض شک کی بنیاد پر اس لئے جان سے مار دیا جاتا ہے کہ وہ بیف کھایا ہے۔ واہ کیا پیمانہ ہے!!

۞ ۞ ۞

نوٹ بندی، پھر جی ایس ٹی، امرناتھ یاترا پر حملہ اور گاہے گاہے گائے اور بیف و دیگر ایشوز، بیچ، بیچ میں حکمراں پارٹی کے ورکروں کی جانب سے الٹا سیدھا بیان، یعنی عوام کو اس طرح الجھا دیا جائے کہ وہ ان ہی مدعوں میں پھنس کر رہ جائیں، وہ ملک کی ترقی اور امن وامان کی بحال پر سوال نہ ٹھونکیں؟ اگر عوام اسی میں خوش ہے تو پھر حکومت کو ضرورت ہی کیا ہے بہتر کام کرنے کی، حسن اتفاق کہئے یا پھر سوئے اتفاق یہاں تو میڈیا کا مکمل تعاون بھی حاصل ہے، ایسے میں نظریہ کی یہ جنگ لڑنا اتنا آسان نہیں ہے، مگر مشکل نہیں ہے، اس لئے کہ سچائی اور ایمانداری کی ہمیشہ جیت ہوتی ہے۔

مولانا ابوالکلام آزادؒ نے انڈیا ونس فریڈم میں لکھا ہے: ''قومی تحریکوں میں ایک منزل آتی ہے جب لیڈروں کو طے کرنا ہوتا ہے کہ وہ عوام کی رہنمائی کریں گے، یا ان کے پیچھے پیچھے چلیں گے، ہندوستان میں ہم اس منزل پر پہونچ گئے ہیں'' اور آگے لکھتے ہیں: ''کہ کم از کم میں اس کیلئے تیار نہیں ہوں کہ سب سے آسان طریقہ اختیار کروں، اور عوام جو کچھ کریں اسے سر جھکا کر مان لوں، میں کوشش کرونگا کہ عام رائے کی رہنمائی کروں''۔ یقیناً حالت آج ایسے ہی ہیں بلکہ اس سے بھی بُرے ہیں، ایسے موڑ پر ہمارے قائدین اور دینی، سیاسی، ملی رہنماؤں کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ آگے آئیں اور یہ نظریاتی جنگ کس طرح لڑنی ہے؟ اس کے بارے میں عوام کو بتائیں اور ان کی صحیح رہنمائی کریں!

طولِ غمِ حیات سے گھبرا، نہ اے جگر
ایسی بھی کوئی شام ہے جس کی سحر نہیں

درس قرآن العنکبوت - قسط دھم

آزمائشیں ایمان کی نشانی!

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب دامت برکاتہم سابق پرنسپل مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ پٹنہ وبانی جامعہ مدنیہ سبل پور پٹنہ

اِنَّمَا تَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ اَوۡثَانًا وَّتَخۡلُقُوۡنَ اِفۡکًا ؕ اِنَّ الَّذِیۡنَ تَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ لَا یَمۡلِکُوۡنَ لَکُمۡ رِزۡقًا فَابۡتَغُوۡا عِنۡدَ اللّٰہِ الرِّزۡقَ وَاعۡبُدُوۡہُ وَاشۡکُرُوۡا لَہٗ ؕ اِلَیۡہِ تُرۡجَعُوۡنَ ﴿۱۷﴾

تم لوگ اللہ کو چھوڑ کر محض بتوں کو پوج رہے ہو، اور جھوٹی باتیں تراشتے ہو،تم خدا کو چھوڑ کر جن کو پوج رہے ہو، وہ تم کو کچھ بھی رزق دینے کا اختیار نہیں رکھتے، سو تم لوگ رزق خدا کے پاس تلاش کرو، اور اسی کی عبادت کرو، اور اسی کا شکر کرو، تم سب کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اس طرح تبلیغ کرتے کرتے فلسطین پہونچے۔ اِس سفر میں حضرت سارہ علیہاالسلام، حضرت لوط علیہ السلام اور حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی تھیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فلسطین کے غربی اطراف میں سکونت اختیار کی۔ اُس زمانہ میں یہ علاقہ کنعانیوں کے زیر اقتدار تھا، پھر قریب ہی نابلس میں چلے گئے اور وہاں کچھ عرصہ قیام کیا، اس کے بعد یہاں بھی زیادہ مدت قیام نہیں فرمایا اور غرب ہی کی جانب بڑھتے چلے گئے حتیٰ کہ مصر تک جا پہونچے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: اپنی قوم سے کہ تم اپنے ہاتھوں سے تراشیدہ چیزوں کو معبود بناتے ہو، جبکہ تراشیدہ چیز اپنے تراشنے والے کے سامنے بالکل بے بس اور عاجز ہے، لہٰذا اپنی تراشیدہ چیز کو اپنا معبود بنانا غایت درجہ کی حماقت ہے۔ حقیقت میں تم نے تراشیدہ چیزوں کا نام خدا رکھ لیا ہے اور ان سے رزق مانگنا شروع کردیا؛ حالانکہ وہ تمہیں رزق دینے کی قدرت نہیں رکھتے، جو خود کسی چیز کا مالک نہ ہو وہ دوسروں کو کیا دیگا؟ اس لئے رزق اللہ تعالیٰ کے پاس سے طلب کرو، جو آسمان اور زمین کے خزانوں کا مالک ہے۔ بلاشبہ جو روزی دیتا ہے اسی کی بندگی ہونی چاہیئے، اسی کا حق ماننا چاہیئے، اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں: اکثر خلق روزی کے پیچھے ایمان دیتی ہے، سو جان رکھو کہ اللہ کے سوا روزی کوئی نہیں دیتا، وہی دیتا ہے اپنی خوشی کے موافق۔ لہٰذا اس کے شکر گذار بنو اور اسی کی بندگی کرو، وہیں تم کو لوٹ کر جانا ہے آخر اس وقت کیا منہ دکھاؤ گے۔ (ترجمہ شیخ الہند: ۵۳۰)

وَاِنْ تُكَذِّبُوْا فَقَدْ كَذَّبَ اُمَمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ؕ وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ○(۱۸)

اور اگر تم مجھ کو جھوٹا سمجھو تم سے پہلے بھی بہت سی امتیں جھوٹا سمجھ چکی ہیں اور پیغمبر کے ذمہ تو صاف طور پر پہنچا دینا ہے۔

تشریح: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اول توحید کو واضح کیا جو دین کی اصل ہے، اور ''وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْن'' سے رسالت کو بیان کیا جو دین کی دوسری اصل ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: جھٹلانے سے میرا کچھ نہیں بگڑتا، میں صاف صاف تبلیغ ونصیحت کر کے اپنا فرض ادا کر چکا، بھلا برا سمجھا چکا، نہ مانو گے نقصان اٹھاؤ گے، جیسے عاد وثمود وغیرہ۔

اَوَلَمْ يَرَوْا كَيْفَ يُبْدِئُ اللّٰهُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ○(۱۹)

کیا ان لوگوں کو یہ معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ کس طرح مخلوق کو اول بار پیدا کرتا ہے پھر وہی اس کو دوبارہ پیدا کریگا، یہ اللہ کے نزدیک بہت ہی آسان ہے۔

تشریح: اِس آیت میں حشر ونشر کو بیان فرمایا جو دین کی تیسری دلیل ہے۔ فرماتے ہیں: کیا یہ لوگ جو خدا کی طرف لوٹنے کے منکر ہیں، کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کس طرح مخلوق کو پہلی بار پیدا کرتا ہے کہ نیست سے اس کو ہست کرتا ہے، پھر وہی خدا ان کو موت کے بعد دوبارہ زندہ کریگا۔ پہلی زندگی کو تو تم نے دیکھ لیا، اب دوسری زندگی کو اس پر قیاس کرلو۔ کیا دیکھتے نہیں کہ بدن پر دمل، پھوڑا، پھنسی نمودار ہوتا ہے، اور اُس حصہ کا گوشت اور پوشت زائل ہوجاتا ہے، پھر چندروز کے بعد دوسرا گوشت اور پوشت نمودار ہوجاتا ہے۔ اسی طرح جسم روح کا لباس ہے، جو مرنے کے بعد بوسیدہ ہوجاتا ہے، قیامت کے دن اسی قسم کا دوسرا لباس پہنا دیا جائیگا۔ بے شک اللہ پر یہ بات آسان ہے۔

قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ بَدَاَ الْخَلْقَ ثُمَّ اللّٰهُ يُنْشِئُ النَّشْاَةَ الْاٰخِرَةَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ○ يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَرْحَمُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَاِلَيْهِ تُقْلَبُوْنَ ○ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ ۫ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ○(۲۰-۲۲)

تم لوگ ملک میں چلو پھرو، اور دیکھو خدا تعالیٰ نے مخلوق کو کس طور پر اول بار پیدا کیا ہے، پھر اللہ تعالیٰ پچھلی بار بھی پیدا کریگا، بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ جس کو چاہے گا عذاب دیگا، اور جس پر چاہے رحمت فرمادیگا، اور تم سب اسی کے پاس لوٹ کر جاؤ گے، اور تم نہ زمین میں اور نہ آسمان میں اور نہ خدا کے سوا تمہارا کوئی کارساز ہے، اور نہ کوئی مددگار۔

تشریح: اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے ابراہیم (علیہ السلام) آپ اپنی قوم سے کہد یجئے کہ اپنی ذات کو چھوڑ کر دوسری چیزوں کی پیدائش میں بھی غور کرو۔ اور تم کو اگر دوبارہ زندگی میں کچھ تردد ہے تو زمین میں چلو، پھرو اور دیکھو کہ خدائے تعالیٰ نے زمین میں قسم قسم کی مخلوق کو کس طرح پہلی بار پیدا کیا ہے، قسم قسم کے درخت فنا ہو جاتے ہیں اور پھر دوسری بار پیدا ہو جاتے ہیں، جن کا شب وروز تم مشاہدہ کرتے ہو۔ تو سمجھ لو کہ پھر پچھلی بار بھی اللہ تعالیٰ ہی پیدا کریگا۔ دوسری زندگی کو پہلی زندگی پر قیاس کرلو۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ اس کی قدرت کاملہ کے اعتبار سے پہلی بار پیدا کرنا اور دوسری بار سب برابر ہے۔ بلاشبہ وہ اپنی قدرت کاملہ سے سب کو دوبارہ زندہ کریگا، جس کو چاہے عذاب دیگا اور جس پر چاہیگا رحمت کریگا۔ وہ مالک ومختار ہے، وہ جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے، کوئی اس سے پوچھنے والا نہیں۔ اور تم سب اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے، اور موت اس کا نمونہ اور پیش خیمہ ہے، کسی میں یہ قدرت نہیں کہ موت کو ٹلا سکے۔ اور تمہاری عاجزی اور درماندگی کا یہ حال ہے کہ تم آسمان میں ہو یا زمین میں خدا تعالیٰ کو اپنے پکڑنے سے عاجز نہیں کر سکتے، تمام مخلوق اس کے قبضہ قدرت میں ہے اور اس کے پیدا کردہ آسمان وزمین میں محصور ہے، اس کے احاطہ سے نہیں نکل سکتی، وہ جس کو سزا دینا چاہے وہ نہ زمین کے سوراخوں میں گھس کر سزا سے بچ سکتا ہے، نہ آسمان میں اُڑ کر۔ کوئی بلندی یا پستی خدا کے مجرم کو پناہ نہیں دے سکتی، نہ کوئی طاقت اس کی حمایت اور مدد کو پہونچ سکتی ہے، اور تمہارے لئے اللہ کے سوا نہ کوئی حمایتی ہے اور نہ کوئی مددگار۔

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَلِقَآئِهٖٓ	جولوگ خدا تعالیٰ کی آیتوں کے اس کے سامنے
اُولٰٓئِكَ يَئِسُوْا مِنْ رَّحْمَتِيْ وَاُولٰٓئِكَ	جانے کے منکر ہیں وہ لوگ میری رحمت سے ناامید
لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝(۲۳)	ہونگے اور یہی ہیں جن کو عذاب دردناک ہوگا۔

تشریح: جنہوں نے اللہ کی باتوں کا انکار کردیا، اور اس سے ملنے کی امید نہیں رکھی، کیونکہ وہ بعث بعدالموت کے قائل ہی نہیں ہوئے، انہیں رحمت الٰہی کی امید کیونکر ہو سکتی ہے، لہذا وہ آخرت میں بھی محروم ومایوس ہی رہیں گے۔

یہاں تک ابراہیم علیہ السلام کی اپنی قوم کو نصیحت کا ذکر تھا، جس میں انہوں نے دین کے تین اصول توحید، رسالت، اور قیامت کے دلائل اور براہین سے واضح کردیا اور ان پر حجت قائم کردی، اب آگے ان کی قوم کے جواب کا ذکر ہے۔

❍❖❍

درس حدیث

ریا ایک درجہ کا شرک اور ایک قسم کا نفاق ہے

جناب مولانا محمد ناظم صاحب ناظم جامعہ مدنیہ سبل پور پٹنہ، جنرل سکریٹری جمعیۃ علماء بہار

عَنْ شَدَّادِابْنِ اَوْسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مَنْ صَلّٰی یُرَائِیُ فَقَدْ اَشْرَکَ وَمَنْ صَامَ یُرَائِیُ فَقَدْ اَشْرَکَ وَمَنْ تَصَدَّقَ یُرَائِیُ فَقَدْاَشْرَکَ. (احمد)

حضرت شداد بن اوس ﷺ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ ﷺ فرماتے تھے: جس نے دکھاوے کیلئے نماز پڑھی اُس نے شرک کیا، جس نے دکھاوے کیلئے روزہ رکھا اُس نے شرک کیا، اور جس نے دکھاوے کیلئے صدقہ خیرات کیا اُس نے شرک کیا۔ (مسند احمد)

تشریح: حقیقی شرک تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات یا اس کے افعال اور اس کے خاص حقوق میں کسی دوسرے کو شریک کیا جائے یا اللہ کے سوا کسی اور کی بھی عبادت کی جائے، یہ وہ ''شرک حقیقی'' اور ''شرک جلی'' اور شرک اکبر'' ہے، جس کے متعلق قرآن مجید میں اعلان فرمایا گیا ہے اور ہم مسلمانوں کا بنیادی عقیدہ ہے کہ اس کا کرنے والا ہرگز نہیں بخشا جائیگا۔

لیکن بعض اعمال اور اخلاق ایسے بھی ہیں جو اگر چہ اس معنی کر شرک نہیں ہیں لیکن ان میں اس شرک کا تھوڑا بہت شائبہ ہے، ان ہی میں سے ایک یہ بھی ہے کہ کوئی شخص اللہ کی عبادت یا کوئی اور نیک کام اللہ کی رضا جوئی اور اس کی رحمت طلبی کے بجائے لوگوں کے دکھاوے کیلئے کرے، یعنی اس غرض سے کرے کہ لوگ اس کو عبادت گذار اور نیکوکار سمجھیں اور اس کے معتقد ہو جائیں، اسی کو ریا کہا جاتا ہے، یہ اگر چہ حقیقی شرک نہیں ہے لیکن ایک درجہ کا شرک اور ایک قسم کا نفاق اور سخت درجہ کا گناہ ہے۔ ایک دوسری حدیث میں اس کو ''شرک خفی'' اور ایک اور حدیث میں ''شرک اصغر'' کہا گیا ہے۔

واضح رہے کہ اس حدیث میں نماز، روزہ، اور صدقہ وخیرات کا ذکر صرف مثال کے طور پر کیا گیا ہے ورنہ ان کے علاوہ جو نیک عمل لوگوں کے دکھاوے کیلئے اور ان کی نظروں میں معزز ومحترم بننے کیلئے یا ان سے کوئی دنیوی فائدہ حاصل کرنے کیلئے کیا جائیگا وہ بھی ایک درجہ کا شرک ہی ہوگا اور اس کا کرنے والا بجائے ثواب کے خدا کے سخت عذاب کا مستحق ہوگا۔

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِی رضی اللہ عنہ قَالَ خَرَجَ عَلَیْنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم وَنَحْنُ نَتَذَاکَرُ الْمَسِیْحَ الدَّجَّالَ فَقَالَ اَلَاۤ اُخْبِرُکُمْ بِمَا ھُوَ اَخْوَفُ عَلَیْکُمْ عِنْدِیْ مِنَ الْمَسِیْحِ الدَّجَّالِ فَقُلْنَا بَلٰی یَارَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ! قَالَ الشِّرْکُ الْخَفِیُّ اَنْ یَّقُوْمَ الرَّجُلُ یُصَلِّی فَیَزِیْدُ صَلٰوتَہٗ لِمَا یَرٰی مِنْ نَظَرِ رَجُلٍ. (ابن ماجہ)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (اپنے حجرہ مبارک سے) نکل کر ہمارے پاس تشریف لائے اُس وقت ہم لوگ آپس میں مسیح دجال کا کچھ تذکرہ کررہے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا: کیا میں تم کو وہ چیز بتاؤں جو میرے نزدیک تمہارے لئے دجال سے بھی زیادہ خطرناک ہے، ہم نے عرض کیا: حضور صلی اللہ علیہ وسلم! ضرور بتلائیں وہ کیا چیز ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ شرک خفی ہے (یعنی آدمی نماز پڑھنے کیلئے کھڑا ہو، پھر اپنی نماز کو اس لئے لمبا کردے کہ کوئی آدمی اس کو نماز پڑھتا دیکھ رہا ہے۔ (سنن ابن ماجہ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا مطلب غالباً یہ تھا کہ دجال جس کھلے شرک وکفر کی دعوت دیگا اور جس کیلئے وہ لوگوں کو مجبور کریگا مجھے اِس کا زیادہ خطرہ نہیں ہے کہ میرا کوئی سچا امتی اس کی بات ماننے کیلئے آمادہ ہوگا، لیکن مجھے اس کا خطرہ ضرور ہے کہ شیطان تم کو کسی ایسے شرک میں مبتلا کردے جو بالکل کھلا ہوا شرک نہ ہو، بلکہ خفی قسم کا شرک ہو، جس کی مثال یہ دی کہ نماز اس لئے لمبی اور بہتر پڑھی جائے کہ دیکھنے والے معتقد ہوجائیں۔

سنن ابن ماجہ ہی کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ اپنی امت کے شرک میں مبتلا ہونے کا خطرہ ظاہر فرمایا تو بعض صحابہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا ایسا ہوگا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت شرک میں مبتلا ہوجائے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ تو اطمینان ہے کہ میرے امتی چاند، سورج، پتھروں اور بتوں کو نہیں پوجیں گے، لیکن یہ ہوسکتا ہے اور ہوگا کہ ریا والے شرک میں وہ مبتلا ہوں۔

عَنْ مَحْمُوْدِ بْنِ لَبِیْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اَخْوَفَ مَا اَخَافُ عَلَیْکُمُ الشِّرْکُ الْاَصْغَرُ قَالُوْا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ وَمَا الشِّرْکُ الْاَصْغَرُ؟ قَالَ اَلرِّیَاءُ. (احمد)

محمود بن لبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے تمہارے بارے میں سب سے زیادہ خطرہ ''شرک اصغر'' کا ہے، بعض صحابہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ''شرک اصغر'' کا کیا مطلب ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ریا۔ (مسند احمد)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ارشادات کا اصل مقصد ومنشاء اپنے امتیوں کو اس خطرہ سے خبردار کرنا ہے تاکہ وہ ہوشیار رہیں اور اس خفی قسم کے شرک سے بھی اپنے دلوں کی حفاظت کرتے رہیں، ایسا نہ ہو کہ شیطان ان کو اس خفی قسم کے شرک میں مبتلا کرکے تباہ کردے۔ ○❖○

مقالات ومضامین

صالحین کی صحبت!

جناب مولانا محمد اسرار الحق قاسمی، صدر آل انڈیا ملی فاؤنڈیشن دہلی

اللہ رب العزت نے انسان کو بڑے اعزاز کے ساتھ پیدا کیا ہے۔ اس کی پیدائش سے پہلے ہی اس کے مقام کا تعین کرتے ہوئے فرشتوں کو خبر دی۔ وَاِذْقَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰٓئِکَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً ’’اور تیرے رب نے فرشتوں سے کہا کہ میں زمین نائب بنانے والا ہوں‘‘ یعنی اللہ تعالیٰ نے انسان کو خلیفہ فی الارض بنایا۔ یہ اتنا عظیم مقام ہے کہ اگر کوئی اس کا تصور کرے اور گہرائی کے ساتھ سوچے تو اسے پتہ چلے گا کہ اللہ کا اس کے اوپر کتنا بڑا احسان ہے کہ اس نے انسان کو زمین میں اپنا نائب بنایا۔ انسان کے مکرم اور قابل احترام ہونے کی بات قرآن مجید میں یوں کہی گئی وَلَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْ اٰدَمَ ’’ہم نے اولاد آدم کو مکرم بنایا ہے‘‘ ایک جگہ انسان کی پیدائش کا ذکر کرتے ہوئے قرآن میں اس طرح ارشاد فرمایا گیا: لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ۔ مذکورہ تمام آیات اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ انسان کو بڑے مقام ومرتبہ کے ساتھ پیدا کیا گیا۔

اگر انسان کی ان صلاحیتوں پر نظر ڈالی جائے جو باری تعالیٰ نے اس کے اندر رکھی ہیں تو بھی پتہ چلتا ہے کہ باری تعالیٰ نے انسان پر بڑے کرم ورحم کا معاملہ کیا ہے۔ مثلاً انسان کو دماغ دیا گیا، جس کا استعمال کر کے وہ اچھے اور برے کے درمیان فرق محسوس کرسکتا ہے، اپنی ضرورت کی بہت سی چیزیں تلاش کرسکتا ہے اور جستجو کرسکتا ہے۔ انسان کو عقل دی گئی جس کی بنیاد پر وہ اپنے حق میں بہتر فیصلے لے سکتا ہے۔ شعور عطا کیا گیا جو انسان کیلئے بڑا قیمتی ہے۔ اتنا ہی نہیں بلکہ اس کے اندر آگے بڑھنے کی آرزو اور خواہش رکھ دی اور اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لانے کی تمنا بھی پیدا کردی۔ اتنی صلاحیتوں اور اوصاف کے ساتھ انسان کو جس جہان میں بھیجا گیا، اس میں مخالف اور منفی طاقتوں کو بھی پیدا کیا گیا جو غلط راستے کی طرف انسان کی رہنمائی کرتی ہیں۔ شیطان اور اس کا لشکر ہمیشہ اس فکر میں لگا رہتا ہے کہ انسان کو بہکایا اور بھٹکایا جائے۔ انسان کو بہکانے اور بھٹکانے کیلئے شیطان اپنی ساری توانائی خرچ کردیتا ہے اور طرح طرح کے ہتھکنڈے استعمال کرتا ہے۔ جس دنیا میں انسان موجود ہے وہاں بہت سی ایسی چیزیں موجود ہیں جو بظاہر بڑی بھلی اور خوشنما

معلوم ہوتی ہیں مگر فی الواقع وہ بڑی نقصان دہ ہوتی ہیں۔ یہ سب اس لیے پیدا کیا گیا تاکہ انسان کو آزمایا جائے اور دیکھا جائے کہ وہ امتحان میں کامیاب ہوتا ہے یا نہیں۔

اللہ رب العزت نے انسان کو وہ صلاحیت ودیعت کی ہے کہ وہ اس کا استعمال کر کے صحیح اور غلط کے مابین فرق محسوس کرسکتا ہے، یہ جان سکتا ہے کہ کونسی چیز اس کیلئے کامیابی کی ہے اور کونسی چیز اس کیلئے ناکامی کی ہے، مگر اس کے ساتھ انسانوں کی ہدایت ورہنمائی کیلئے اللہ رب العزت نے پیغمبروں کو بھی دنیا میں بھیجا اور بڑی تعداد میں بھیجا تاکہ وہ لوگوں کی صحیح راستے کی طرف رہنمائی کریں، ایسے ہی صحیفوں اور کتابوں کو نازل کیا کہ انسان صراطِ مستقیم پر چلتا رہے اور شیطان کے مکر وفریب کا شکار نہ ہو۔ انبیاء علیہم السلام کے سلسلے کے ختم ہو جانے کے بعد علما کو پیدا کر دیا کہ وہ ٹھوس بات لوگوں کو بتاتے رہیں اور اشاعتِ اسلام کا فریضہ انجام دیں۔ علماء کے بارے میں پیغمبر اسلام ﷺ نے ارشاد فرمایا: اِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَۃُ الْاَنْبِیَاء ''علماء نبیوں کے وارث ہیں''۔ امت میں اللہ رب العزت نے اولیاء اور صلحا کو بھی پیدا کیا جو خود بھی نیکی کے کام کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی نیکی کے کام کرنے کی دعوت دیتے ہیں۔ ایسے نیک لوگ سماج کے لوگوں کیلئے بڑے مفید ہوتے ہیں۔ لوگ ان کی صحبت اختیار کر کے اپنے آپ کو سدھار سکتے ہیں اور صحیح راستے پر قائم رہ سکتے ہیں۔ باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: کُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِیْن (نیکوکاروں کی صحبت اختیار کرو)

نیک لوگوں کی صحبت اختیار کرنے کی تاکید اس لیے کی گئی کہ صحبت انسانی زندگی پر اثر انداز ہوتی ہے۔ اگر صحبت غلط لوگوں کی مل جاتی ہے تو ان کے اثرات پڑنے کے خدشات رہتے ہیں اور اگر نیک لوگوں کی صحبت اختیار کی جاتی ہے تو ان کے اچھے اثرات ظاہر ہوتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''ہر بچہ فطرت (فطرتِ اسلام) پر پیدا کیا جاتا ہے، لیکن اس کے والدین اسے یہودی بنا دیتے ہیں، مجوسی بنا دیتے ہیں اور نصرانی بنا دیتے ہیں۔'' یعنی جو بچہ بھی دنیا میں آتا ہے وہ فطرت اسلام کے ساتھ آتا ہے مگر اپنے والدین اور اپنے گھر کے ماحول کے مطابق ویسا ہی بن جاتا ہے۔ اگر اس کے والدین یہودی ہوتے ہیں تو یہودی بن جاتا ہے، اگر عیسائی ہوتے ہیں تو عیسائی بن جاتا ہے، اگر مجوسی ہوتے ہیں تو مجوسی بن جاتا ہے اور مسلمان ہوتے ہیں تو مسلمان بن جاتا ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ صحبت اور ماحول کا کس قدر اثر پڑتا ہے۔ یہ حدیث تمام انسانوں کو دعوت دیتی ہے کہ وہ اچھے لوگوں کی صحبت اختیار کریں تاکہ اچھے بن

جائیں اور برے لوگوں کی صحبت سے بچیں تا کہ برائی سے محفوظ رہیں۔

یہ بات ذہن نشین رہنی ضروری ہے کہ دنیا میں مختلف مزاج وعادات رکھنے والے لوگ موجود ہیں۔ بعض ایسے بھی ہوتے ہیں جو جرائم کی دلدل میں دھنسے ہوئے ہوتے ہیں اور پے در پے غلط کام کرتے ہیں، بعض بدعنوانی اور رشوت خوری میں پیش پیش رہتے ہیں، بعض شراب نوشی کی لت رکھتے ہیں، بعض زنا کاری کے سمندر میں غرقاب رہتے ہیں، بعض کذب گوئی اور وعدہ خلافی کی عادت رکھتے ہیں، بعض دنیاداری کو آخرت پر ترجیح دیتے ہیں اور دنیوی عیش وعشرت کو ہی سب کچھ سمجھتے ہیں۔ ایسے لوگ اپنے معیار وعادات کے مطابق بات چیت بھی کرتے ہیں اور کام بھی کرتے ہیں۔ چنانچہ جو لوگ ان کے پاس جاتے ہیں، ان کیلئے یہ خطرات اور خدشات پیدا ہو جاتے ہیں کہ کہیں ان کی بری عادتیں ان کے اندر نہ آ جائیں۔ اس لیے بھی کہ شیطان اپنے مکر وفریب کے ساتھ انسان کو بھٹکانے اور بہکانے میں لگا ہوا ہے۔ وہ غلط لوگوں کا ساتھ دیتا ہے اور اچھے لوگوں کو غلط لوگوں کی راہ پر آنے کیلئے اپنا سارا زور لگا دیتا ہے۔ شیطان کو اتنی قوت دی گئی ہے کہ وہ انسان کے خون تک میں شامل ہو جاتا ہے۔ انسان کے مکر وفریب اتنے خطرناک ہوتے ہیں کہ ان سے بچنا آسان نہیں ہوتا۔ اقبالؔ نے تمثیلی انداز میں شیطان کی قوت کو بیان کرتے ہوئے شیطانی کی زبانی یہ کہلوایا ہے۔

خضر بھی بے دست و پا الیاس بھی بے دست و پا
میرے طوفاں یم بہ یم دریا بہ دریا جو بہ جو

انسان کیلئے ضروری ہو جاتا ہے کہ وہ شیطانی حربوں وحملوں سے چوکنا ہو۔ خود انسان کے اپنے اندر نفسِ امّارہ موجود ہے جو اس کو غلط چیزیں اختیار کرنے پر اُکساتا ہے۔ بعض اوقات نفسِ امّارہ انسان پر اس قدر غالب آ جاتا ہے کہ اُسے اپنا اسیر بنالیتا ہے اور انسان بے چون وچرا لمبے وقت تک اس کی اتباع کرتا رہتا ہے۔ بعض لوگوں کی تو زندگیاں ہی ختم ہو جاتی ہیں مگر وہ نفسِ امّارہ کے جال سے نہیں نکل پاتے، کچھ لوگوں کو ایک لمبی مدت تک نفسِ امّارہ کی غلامی کرنے کے بعد احساس ہوتا ہے اور وہ ندامت وپشیمانی کے عالم میں اپنے رب کے حضور دعا گو ہوتے ہیں اور نفسِ امّارہ کی قید سے چھٹکارا پانے کی عاجزانہ درخواست کرتے ہیں۔ بقول شاعر ؎

کریما بہ بخشائے برحالِ ما
کہ ہستم اسیرِ کمندِ ہوا

نفسِ امّارہ کی غلامی سے نجات پانے اور شیطانی مکروفریب سے بچنے کیلئے ضروری ہے کہ اللہ کی رسّی کو مضبوطی سے تھام لیا جائے۔یعنی اللہ سے اپنے تعلق کو مضبوط کرلیا جائے۔جس چیزوں کو کرنے کا باری تعالیٰ نے حکم کیا ہے، وہ چیزیں کی جائیں اور جن چیزوں سے روکا ہے، ان سے بچا جائے۔اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا: **اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُول**۔احکامِ الٰہی اور اسوۂ نبی ﷺ کو اختیار کرکے انسان اپنے آپ کو سیدھے راستے پر گامزن رکھ سکتا ہے۔اللہ کے ارشاد **کُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِیْن** کے مطابق نیک لوگوں کا ساتھ پکڑ لیا جائے۔اسی لیے بہت سے اکابرین نے اولیاء اللہ کی صحبت اختیار کرنے، ان سے استفادہ کرنے کو اہم قرار دیا ہے۔صالح پیرومرشد اپنے شاگرد کی اصلاح کرتے ہیں، ان کے اندر تزکیۂ نفس کا جذبہ بیدار کرتے ہیں اور ان پر توجہ رکھتے ہیں۔بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اگر کسی کو صالح پیر یا مردِ کامل مل جائے تو یہ اس کیلئے بڑی سعادت کی بات ہے۔مولانا رومی کو شمس تبریز جیسا بزرگ حاصل ہوا تو ان کی زندگی میں زبردست انقلاب آ گیا۔اقبالؔ نے کہا ہے ؎

گر نیابی صحبت مردِ خبیر
از اب و جد آنچہ من دارم بگیر
پیرِ رومی را رفیق از راہ ساز
از خدا بخشد ترا سوز و گداز

نیک لوگوں کی صحبت کی افادیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے والدین کو چاہئے کہ وہ اپنے بچوں کی پرورش وتربیت کے دوران اس بات کا خیال رکھیں کہ ان کے بچے کن لوگوں یا بچوں کے ساتھ وقت گزار رہے ہیں۔ اگر وہ یہ دیکھیں کہ ان کے بچوں کے گرد رہنے والے بچے اچھی خصلت نہیں رکھتے یا ان کے ماحول درست نہیں ہیں تو فوری طور سے انہیں اپنے بچوں کا ماحول تبدیل کرنے کیلئے ایسے بچوں اور لوگوں کی صحبت فراہم کرنی چاہئے جو نیک ہوں، مثبت سوچ رکھتے ہوں۔اس سلسلے میں ذرا سی غفلت ان کے بچے کے مستقبل کیلئے تباہ کن ہوسکتی ہے۔بچوں کو اچھا ماحول دینا شروع سے ہی ضروری ہوتا ہے۔اگر ابتدا میں منفی ماحول انہیں مل جاتا ہے اور وہ اس میں رَچ بس جاتے ہیں تو پھر اس سے ان کو نکالنا آسان نہیں ہوتا۔بچے کورے کاغذ کی مانند ہوتے ہیں۔جیسا وہ دیکھتے ہیں، سیکھ لیتے ہیں جو کچھ ان کے اردگرد ہوتا ہے، وہ غیر محسوس

طریقے سے ان کی زندگیوں کو متاثر کرتا ہے۔اس بابت غور وفکر کرتے ہوئے والدین سب سے پہلے خود اپنے کردار وعمل کا جائزہ لیں، اپنا محاسبہ کریں اور یہ دیکھیں کہ ان کی زندگی کس طرح کی ہے۔وہ خود نیک، ایماندار، دیانت دار، اسلام کے پابند ہیں یا نہیں۔اگر نہیں ہیں تو پھر ان کے بچوں کیلئے خطرے کی گھنٹی یہیں سے بجنی شروع ہوجاتی ہے۔کیوں کہ بچے زیادہ تر انہی کے پاس رہتے ہیں۔ماں کی گود بچے کا پہلا مدرسہ کہی جاتی ہے۔یعنی بچہ اپنی ماں کی گود میں بہت کچھ سیکھتا ہے۔وہ ماں کو جس طرح کرتے دیکھتا ہے، ویسا ہی کرتا ہے، جیسے ماں بولتی ہے، سکھاتی ہے، ویسے ہی وہ بولنا سیکھتا ہے۔

اب اگر خدانخواستہ ماں کا کردار اچھا نہ ہوا، اس کی سوچ منفی ہوئی، اس کے اعمال غیر مناسب ہوئے، اس کی گفتگو بے ڈھنگی، غیر مہذب اور ناشائستہ ہوئی تو فطری طور پر وہی چیز بچوں کے اندر بھی داخل ہوجائے گی۔چنانچہ ماں کو بہت زیادہ محتاط ہونا پڑے گا بلکہ حقیقت یہ ہے کہ خود اچھا بننا پڑے گا۔یہی سب کچھ باپ کو بھی کرنا ہے، اس لیے کہ ماں کے بعد بچہ کو باپ سے واسطہ پڑتا ہے۔بعض والدین خود دیندار، صالح نہیں ہوتے اور غلط کام کرنے سے باز نہیں آتے مگر اپنی اولاد کو نیک وصالح اور ایماندار بنانا چاہتے ہیں۔یہ بڑی مشکل بات ہے۔اس کے بعد والدین کے سوچنے کا مقام یہ ہے کہ وہ یہ دیکھیں کہ گھر میں دوسرے افراد اور کون کون ہیں اور وہ کیسے ہیں؟ ظاہر ہے کہ بہت سے گھر متعدد افراد پر مشتمل ہوتے ہیں۔اگر گھر کے سبھی ممبران درست و نیک ہیں تو بہت اچھی بات ہے، لیکن اگر کوئی غلط راستے پر ہو تو والدین کی ذمہ داری ہے کہ گھر کے اس فرد کی بھی اصلاح کریں، اگر وہ نیک بن جائے تو بہت اچھی بات، ورنہ تو اپنے بچوں کو اس کی صحبت سے بچانے کی کوشش کریں۔بچہ جب تھوڑا بڑا ہونے لگتا ہے اور گھر کے باہر نکلنے لگتا ہے تو پھر اس بات پر بھی نظر رکھنا ضروری ہوجاتا ہے کہ گھر کے باہر وہ جن بچوں سے مل رہا ہے وہ کیسے ہیں؟ اگر ان بچوں کا ماحول درست نہیں ہے تو اپنے بچوں کو ان سے بچائیں۔پھر جب بچے اسکول یا مدرسے جانے کے لائق ہوجائیں تو والدین پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اپنے بچوں کیلئے ایسے اسکولوں ومدرسوں کا انتخاب کریں جہاں کا ماحول اچھا ہو۔جہاں ماحول خراب ہو، وہاں ہرگز بچوں کو داخلہ نہ دلائیں۔کیوں کہ گھر کے بعد بچوں کیلئے مدرسے اور اسکول بڑے اہم ہیں۔غرض یہ کہ ماحول اور صحبت بچے کیلئے بنیادی حیثیت رکھتی ہے اور اس پر اس کے مستقبل کا بڑی حد تک انحصار ہوتا ہے۔

''صحبت'' کی اہمیت صرف بچوں کیلئے ہی نہیں ہے بلکہ جوانوں کیلئے بھی ہے، بوڑھوں کیلئے بھی ہے اور عورتوں کیلئے بھی ہے۔ جوانوں کو بھی نیک لوگوں کی صحبت اختیار کرنی چاہئے۔ برے لوگوں کی صحبت ان کیلئے بڑی خطرناک ہوتی ہے۔ کیونکہ جوانی میں انسان کے پاس بھرپور امنگیں ہوتی ہیں، جسم میں طاقت ہوتی ہے، خواہشات زوروں پر رہتی ہیں۔ اگر ایسے میں اسے غلط ماحول اور برے ساتھی مل گئے تو بڑے خطرے کی بات ہے۔ ایسی بہت سی مثالیں موجود ہیں کہ والدین نے اپنے بچوں کو گھر میں بھی اچھا ماحول دیا، باہر بھی اچھے بچوں کے ساتھ انہیں لگایا، اچھے ماحول والے اسکولوں میں داخلہ کرایا مگر جب وہ باہر آئے، عملی دنیا میں قدم رکھا اور کچھ برے نوجوان ساتھی انہیں مل گئے تو وہ بگڑتے چلے گئے۔ اس لیے ضروری ہے کہ نوجوان اپنے آپ کو نیک لوگوں کے ساتھ جوڑیں۔ بوڑھاپے میں اگرچہ انسان عقل کے اعتبار سے بھی پختہ ہوجاتا ہے، امنگیں اور خواہشات بھی دم توڑنے لگتی ہیں، لیکن اگر اس عمر میں بھی غلط ماحول ملتا ہے تو وہ اپنی آخرت سے لاپرواہ ہوکر غیر معیاری کام کرسکتا ہے۔ جس کی ڈھیر ساری مثالیں سامنے ہیں۔ عورتوں کیلئے بھی اچھی صحبت ناگزیر ہے۔ انہیں چاہئے کہ وہ اچھی اور دیندار عورتوں کے ساتھ رہیں۔ بدچلن عورتوں کے ساتھ رہنا نقصان دہ اور خطرناک ہے۔ بہرکیف صالحین کی صحبت بڑی اہم ہے اور ہر شخص کو چاہئے کہ وہ صالحین کے ساتھ اپنے آپ کو جوڑے رکھے، غلط لوگوں سے حتی الوسع بچنے کی کوشش کرے۔ ❍❖❍

<u>**بقیہ شب و روز**</u>: آپ کے رفقا میں حضرت مولانا سید محمد عاقل سہارنپوری، حضرت مولانا شجاع الدین حیدرآبادی، حضرت مولانا اجتباء الحسن کاندھلوی خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔ 1381ھ میں عارضی طور پر معین مدرس بنائے گئے، جہاں یکم ربیع الثانی 1382ھ کو آپ مستقل استاذ ہوگئے اور یکم شوال 1384ھ کو مدرس وسطیٰ بنائے گئے۔ 1384ھ میں جب آپؒ کے استاذ حضرت مولانا امیر احمد کاندھلویؒ کا وصال ہوگیا تو آپ کو استاذِ حدیث منتخب ہوئے، شوال 1388ھ میں شیخ الحدیث کے عہدہ جلیلہ پر فائز ہوئے، اور تاحیات اس منصب قائم فائز رہے، نہ صرف اصاغر بلکہ بڑے مشائخ نے بھی آپ سے استفادہ کیلئے حاضر ہوتے، اور اپنی علمی تشنگی بجھاتے، جامعہ مدنیہ سبل پور پٹنہ کے ناظم جناب مولانا محمد ناظم ودیگر اساتذہ جامعہ نے بھی گہرے رنج وغم کا اظہار فرمایا، جناب مولانا مرغوب الرحمٰن صاحب صدرالمدرسین جامعہ ہذا نے فرمایا: ہم نے مسلسلات ان سے پڑھی ہے، خالد انور پورنوی المظاہری نے کہا: وہ بخاری اور مسلم شریف کے ہمارے استاذ تھے، ان کے جانے سے ایسا لگتا ہے علماء اور طلبہ کی جماعت یتیم ہوگئی، ایک خلا ہوگیا، اللہ ان کا نعم البدل عطاء فرمائے، اللہ ان کی مغفرت فرمائے۔

قرآن کریم: عالم انسانیت کیلئے مشعل راہ

مولانا عبدالصمد قاسمی، استاذ مدرسہ انوار العلوم اسلام پور، پورنیہ

ارشاد باری تعالیٰ ہے: تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور اور واضح کتاب آچکی ہے، اس کے ذریعہ اللہ ایسے لوگوں کو جو رضائے حق کے طالب ہوں سلامتی کی راہ بتلاتا ہے اور ان کو اپنی تاریکیوں سے نکال کر روشنی کی طرف لے آتا ہے اور ان کو راہِ راست دکھلاتا ہے۔

لیکن اگر ہم اپنا جائزہ لیں تو یہ بھیانک صورتحال سامنے آتی ہے کہ نہ تو ہم سلامتی کے راستے پر چل رہے ہیں اور نہ ہی روشنی کی جانب۔ وجہ صرف یہ ہے کہ ہماری آنکھیں مغرب کی چکا چوند سے اس قدر چندھیا چکی ہیں کہ اِن اندھی آنکھوں کو اب قرآن کا نور نظر ہی نہیں آتا۔ آج دنیا میں ہماری ذلت ورسوائی کی وجہ یہی ترک قرآن ہے۔ جیسا کہ حضور ﷺ نے فرمایا: بیشک اللہ اِس کتاب کے ذریعہ بہت سی قوموں کو عروج واقبال عطا فرمائیگا اور بہت سی قوموں کو ذلیل وخوار کریگا۔

اِس حدیث کی صداقت ہمارے سامنے ہے۔ جب تک مسلمان اِس پر عمل پیرا رہے اقوام عالم پر حکومت کرتے رہے، تاریخ کے صفحات ان کی ترقی وشوکت وحشمت کے گواہ ہیں۔ لیکن جب سے انہوں نے قرآن شریف پر عمل کرنا چھوڑا ایسی ذلت میں گرفتار ہوئے کہ آج تک اس سے نہ نکل سکے، اور جب تک اس کتاب ہدایت پر عمل نہیں کریں گے اِسی ذلت میں گرفتار رہیں گے۔

کیا ہم نے کبھی غور کیا کہ آخر کفار کی کامیابیوں وکامرانیوں کے اسباب کیا ہیں؟ وہ اقوام جو آج سے چند صدی قبل تک جہالت ولاعلمی کی گھٹا ٹوپ گہرائیوں میں غرق تھیں، جنہیں یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ سمندر کے اُس پار بھی ایک دنیا آباد ہے، وہی آج زمین کے علاوہ دوسرے ستاروں پر دنیا آباد کرنے کی جدوجہد میں مصروف ہیں۔ ان کی کامیابیوں کی وجہ صرف یہ ہے کہ انہوں نے اپنی خامیوں پر غور کیا، چونکہ ان کے پاس کوئی ضابطۂ حیات نہیں تھا، لہذا انہوں نے مذاہب عالم کا مطالعہ کیا اور آخر کار اِس نتیجے پر پہنچے کہ اسلام ہی وہ واحد مذہب ہے جو ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے۔ انہوں نے خالق کی جانب سے کائنات میں غور کرنے کی دعوت کو قبول کیا۔ انہوں نے قرآن پاک کی ایک ایک آیت اور نبی کریم ﷺ کی ایک ایک حدیث مبارکہ کو پرکھا،

اس کی بنیاد پر تحقیق کی اور نتیجتاً وہ لوگ جو سائنسی علوم میں چند سو سال قبل تک مسلم سائنسدانوں کے سامنے طفل مکتب تھے آج سائنس کی دنیا کے بادشاہ کہلاتے ہیں۔

برطانیہ کی ملکہ وکٹوریہ جو دنیا کے پانچویں حصے پر حکمراں تھی، ایک روز اس نے اپنے نامور اتالیق اور بعد میں بننے وزیراعظم لارڈ میلبورن سے دریافت کیا کہ آپ نے تاریخ عالم کا بہت گہرا مطالعہ کیا ہے! اس میں آپ کو سب سے حیرت انگیز بات کیا نظر آئی؟

لارڈ میلبورن نے بلاتأمل جواب دیا: ''اسلام کا عروج'' اس پر ملکہ نے سوال کیا کہ آپ نے اس کے اسباب پر بھی غور کیا؟ اس پر اس نے جواب دیا: ''میری سمجھ میں تو ایک ہی بات آئی ہے کہ ان کے پیغمبر نے انہیں ہدایت کیلئے جو کتاب دی تھی، اس میں اعلیٰ درجے کی بعض ایسی اخلاقی ہدایات بھی شامل تھیں جو انفرادی کردار سازی کے علاوہ قوموں کی ترقی اور عروج کیلئے بنیاد کا کام کرتی ہیں۔ جب تک اس کے ماننے والے ان پر عمل کرتے رہے ترقی کی راہیں ان پر کھلی رہیں۔ پھر جیسے جیسے انہوں نے اس سے بے اعتنائی برتنا شروع کی ان پر اس جاہ وحشمت کا زوال ہونے لگا۔''

یہ سن کر ملکہ نے دریافت کیا کہ آپ کا مطلب ان اخلاقی اقدار سے ہے جنہیں ہم بنیادی انسانی اوصاف کے نام سے جانتے ہیں؟ یعنی سچائی، امانت، دیانت، رحم وعدل۔ ملکہ کے اس سوال پر لارڈ میلبورن جوش میں آ کر یہ کہتے ہوئے اُٹھ کھڑا ہوا کہ ''یقیناً یقیناً ملکہ عالیہ! بالکل یہی بات ہے جو میں کہنا چاہتا ہوں۔ جب تک قومیں ان بنیادی اوصاف کی حامل رہتی ہیں، ترقی، تہذیب اور استقلال کی نعمت ان پر سایہ فگن رہتی ہے، اور جوں جوں وہ ان اصولوں سے منہ موڑتی ہیں، زوال، وحشت اور شکستگی ان کا مقدر بنتی چلی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ وہ اپنا تشخص اور انفرادیت کھو بیٹھتی ہیں، اپنے قوی تر قوموں میں جذب ہو جاتی اور گمنام گڑھوں میں گر کے فنا ہو جاتی ہیں۔''

کون نہیں جانتا کہ قرآن نے ۳۶۰ بتوں کے پجاریوں کو توحید کا علمبردار بنا دیا، یتیموں، بیواؤں اور کمزوروں کا مال کھانے والوں کو امین بنا دیا، قانون کا مطیع اور فرمانبردار بنا دیا، قاتلوں، جواریوں اور شرابیوں کو دیندار، خدا ترس اور پرہیزگار بنا دیا۔ اِس حقیقت سے کون بے خبر ہے کہ اِس قرآن کی آیات اگر بڑے بڑے جابر بادشاہوں کے درباروں میں پڑھی جاتیں تو غصے اور انتقام کی آگ کو ٹھنڈا کر دیتی تھیں، دل رب

کائنات کے حضور میں جھک جاتے اور آنکھیں آنسوؤں سے لبریز ہو جاتیں۔

قرآن میں انسانوں کو مسخر کرنے، مرغوب کرنے اور خالق کائنات کے سامنے جھکا دینے کی زبردست قوت پائی جاتی ہے، اسی وجہ سے کافر قرآن کا سامنا کرتے ہوئے گھبراتے تھے اور بعض تو کانوں میں روئی ٹھونس لیا کرتے تھے، کیونکہ انہیں یقین تھا کہ سننے کے بعد اس سے متأثر نہ ہونا ممکن ہی نہیں۔ قرآن کی اس زبردست قوت تسخیر نے کفار کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔ لیکن کیا وجہ ہے آج ہم قرآن پڑھتے بھی ہیں اور سنتے بھی ہیں، لیکن ہل جانا اور کانپنا تو درکنار ہمارے کان پر جوں تک نہیں رینگتی۔ ہم نے قرآن کو حصول برکت کیلئے ایک رسمی کتاب بنا دیا ہے، ہم اسے خوبصورت غلاف چڑھا کر کسی اونچے مقام پر رکھ دیتے ہیں اور وقتاً فوقتاً اسے اٹھا کر عقیدت سے چوم کر واپس وہیں رکھ دیتے ہیں۔

کیا قرآن کا بس یہی مقام اور مقصد ہے؟ لڑکی کی رخصتی کے موقع پر اُس کو قرآن کے زیر سایہ رخصت کر دیا، کوئی مر گیا تو قرآن خوانی کرا دی، اور کوئی پریشانی ہوئی تو ختم قرآن کرا دیا اور بس قرآن کا حق ادا ہو گیا۔ آج ہر شخص اور ہر گروہ نے پورے قرآن پر عمل کرنے کے بجائے قرآن کے کسی ایک حکم کو اپنا محور اور متاع حیات بنا لیا ہے اور وہ اسی دائرے میں گھومتا رہتا ہے۔ بہر حال قرآن پاک راہِ ہدایت ہے، مسلمانوں راہِ عمل ہے، اور قانون زندگی ہے، یہ دونوں جہان کی دولت ہے، اس میں دنیا وآخرت کی بھلائی اور عزت وکامیابی ہے۔ ❍❖❍

<u>بقیہ؛ گیارہویں چھ روزہ تحفظ ختم نبوت تربیتی کیمپ</u>

بیان کے اختتام سے قبل مولانا شاہ عالم صاحب گورکھپوری کی تازہ تصنیف ''اسلامی عقائد ومعلومات'' نامی کتاب کے ملیالم زبان کا رسم اجراء بھی حضرت مہتمم صاحب مدظلہ کے بدست عمل میں آیا۔ اس کتاب کا ملیالم زبان میں ترجمہ مولانا بادشاہ کیرالوی شعبہ تحفظ ختم نبوت کے سہ ماہی کورس کے تربیت یافتہ نے کیا ہے۔

حضرت مولانا قاری سید محمد عثمان منصور پوری صاحب مدظلہ ناظم مجلس اور مولانا محمد راشد گورکھپوری استاذ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور کا بھی مختصر خطاب ہوا۔ بعد ازاں تمام شرکاء کو سند شرکت اور موضوع سے متعلق قیمتی کتابیں بطور انعام دی گئیں اور حضرت مفتی ابوالقاسم صاحب مدظلہ کی رقت آمیز دعاء پر پروگرام مکمل ہوا۔

اس موقع پر بطور خاص جناب مولانا محمد نسیم احمد صاحب بارہ بنکوی استاذ دارالعلوم دیوبند، مولانا اسعد اللہ بستوی، مولانا اشتیاق احمد مہراج گنجی، مولانا محمد شاہد انور بانکوی، ماسٹر محمد احمد گورکھپوری، مولانا محمد حذیفہ گجراتی، مولانا عمیر محمدی لکھیم پور، مولانا بادشاہ کیرالوی، مولوی عبداللہ ہریدواری، مولوی عبدالماجد چمپارنی متعلم شعبہ تحفظ ختم نبوت، مولانا محمد یونس راجستھانی وغیرہ موجود رہے۔ ❍❖❍

امام حدیث: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ

(13 شوال یوم پیدائش کے موقع پر خصوصی تحریر)

از: ڈاکٹر ساجد خاکوانی

حدیث نبوی ﷺ کی جمع و تدوین وہ شاندار علمی کارنامہ ہے جس کی نظیر اس سے ماقبل و مابعد انسانی تاریخ میں عنقا ہے۔ محدثین عظام نے اصول حدیث کے عنوان سے پوری ایک سائنس ترتیب دی اور ردوقبول کے ایسے معیارات قائم کیے کہ جن کا مطالعہ عقل انسانی کو دنگ کیے دیتا ہے۔ ان اکابرین امت مسلمہ نے اپنے قائم کیے ہوئے پیمانوں پر وقت کی مروجہ روایات کو جانچا اور پرکھا، اور بعض اوقات ایک ایک روایت کی تحقیق کیلئے انہیں مہینوں کی جستجو اور براعظموں کا سفر بھی کرنا پڑا، لیکن ان کی ہمت کو آفرین ہے کہ اتنے بڑے فرض عشق کو انہوں نے کس حوصلے و ہمت اور صبر و استقامت کے ساتھ ادا کیا۔ قرون اولی کے کم و بیش ڈیڑھ صدی کی طوالت پر محیط اس دورانیے کے عظیم ترین اذہان نے احادیث رسول ختمی مرتبت ﷺ کے اقوال و افعال کو چھانٹ کر الگ رکھ دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ گزشتہ امتوں نے کلام اللہ کے ساتھ بھی شاید اتنی وفا نہ کی ہو گی جب کہ امت مسلمہ کے عمائدین سنت رسول اللہ ﷺ نے اپنی نبی کے معمولات حیات کو اس شان کے ساتھ قلم بند کیا کہ آج سیرت النبی ﷺ کا ایک ایک لمحہ محفوظ و مامون ہے اور یہ معجزات نبوی ﷺ میں سے ایک زندہ معجزہ ہے کہ آج اکیسویں صدی کی دہلیز پر تمام وسائل کے بہتات اور فراہمی کے باوجود کسی نامور شخصیت کے بارے میں بھی اتنی مکمل، جامع، مستند و متواتر معلومات جمع نہیں ہیں جتنی کی سراجاً منیراً ﷺ کے بارے میں دستیاب ہیں۔

امت مسلمہ میں دس کتب احادیث کو استناد کا درجہ حاصل ہے، صحاح ستہ میں چھ کتب داخل ہیں اور اصول اربعہ بقیہ چار کتب ہیں، تلک عشرۃ کاملہ کے مصداق یہ کتب سیرۃ و سنت کا عظیم ترین سرمایہ ایمان و عمل اپنے اندر سمیٹے ہیں۔ ان کل کتب میں ''بخاری شریف'' کو سب سے اعلی مقام حاصل ہے اور امت مسلمہ کے کل مکاتب فکر کے ہاں اول روز سے آج دن تک ہر دور میں اس کتاب کو اولین مقام حاصل رہا ہے۔ ''**الجامع الصحیح البخاری**'' کو اس زمین کے سینے پر اور اس آسمان کی چھت کے نیچے قرآن مجید کے بعد سب سے سچی ترین کتاب جانا و مانا گیا ہے۔ اس کتاب کا حوالہ ہر لحاظ سے مستند اور کسی سوال کی گنجائش کے بغیر تسلیم کر لیا جاتا ہے۔ امت مسلمہ میں جتنی بڑیرائی اس کتاب کو حاصل ہے وہ مقام کسی اور کو حاصل نہیں ہو پایا۔ بہت ہی

کم علم اور ناواقف دین مسلمان بھی اس کتاب کے نام و مقام سے اسی طرح واقف ہے جس طرح قرآن مجید سے تعارف رکھتا ہے۔ مسلمان معاشروں میں بسنے والے غیر مسلم بھی اس نام سے ایک انس رکھتے ہیں اور انہیں بخوبی معلوم ہے کہ اس کتاب میں مسلمانوں کے نبی ﷺ کے اقوال وافعال درج ہیں۔ بخاری شریف کی اہمیت کا اندازہ اس امر سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ قانونی وعدالتی امور تک کے معاملات میں جہاں کہیں کتاب اللہ خاموش ہوتی ہے وہاں سنت رسول اللہ ﷺ کی یہ کتاب قانون سازی کرتی نظر آتی ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ جو اس مایہ ناز کتاب کے مولف ہیں، ان کا پورا نام محمد بن اسمائیل ہے، لقب امیر المومنین فی الحدیث، کنیت ابوعبداللہ اور آپ کے آبائی علاقہ بخارا کی نسبت کے باعث آپ کو امت میں ''امام بخاری'' سے موسوم کیا جاتا ہے۔ 13 شوال 194 ہجری بمطابق 19 جولائی 810 عیسوی کو بروز جمعہ پیدا ہوئے۔ مقام پیدائش وسط ایشیا کا مشہور علاقہ بخارا ہے جو اس وقت صوبہ خراسان کبیر کی ایک انتظامی اکائی تھا اور آجکل اشترا کی روس سے آزاد شدہ اسلامی ریاست ازبکستان کا ایک حصہ ہے۔ آپؒ کے والد گرامی اسمٰعیل بن ابراہیم بن مغیرہ الجعفی بھی ایک محدث تھے اور ان کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ انہوں نے امام مالک بن انسؒ سے کسب فیض کیا تھا۔ ''الجفی'' کی نسبت آپؒ کے جدی بزرگ مغیرہ کے ساتھ پہلی دفعہ اس وقت لگی جب انہوں نے والی بخارا حضرت یمن الجفی کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا اور مستقل طور پر بخارا میں ہی مقیم ہوگئے۔ اس سے پہلے وہ ایرانی مذہب زرتشت کے ماننے والے تھے۔ امام بخاریؒ کے والد کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ رزق حلال کے بارے میں بہت محطاط تھے، ان کے ایک شاگرد کا بیان ہے کہ دم واپسیں وہ اپنے استاد کے پاس موجود تھے اور امام بخاری کے والد بزرگوار نے وقت نزع فرمایا کہ میں نے ایک درہم بھی ایسا نہیں چھوڑا جس کے بارے میں کوئی شک وابہام موجود ہو۔ لیکن افسوس کہ اس بلند پایہ پاکباز انسان نے اپنے فرزندار جمند کا زمانہ عروج نہ دیکھا اور امام بخاری کی صغیر سنی میں ہی راہی ملک عدم ہوئے۔ چنانچہ امام بخاری کی پرورش ان کی والدہ کے ذمہ آن پڑی۔ یہ ایک خداترس اور عبادت وریاضت میں مشغول رہنے والی خاتون تھیں۔ امام بخاری کے بارے میں کتابوں میں لکھا ہے کہ وہ بچپن میں نابینا ہو گئے تھے۔ ان کی والدہ محترمہ نے اللہ تعالی سے اس قدر گریہ وزاری کی کہ بالآخر خواب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بینائی کی بشارت دی اور اللہ تعالی کے ہاں سے بینائی جیسی نعمت امام بخاری کو پھر سے عطا ہوگئی۔

امام الذہبی کے مطابق 205ھ یعنی کم وبیش دس برس کی عمر میں سلسلہ تعلیم جاری ہوا، اور بچپن میں ہی عبداللہ بن مبارکؒ کی علمی کاوشیں ازبر کرلیں، پس قدرت نے خود ہی بقیہ زندگی کو روایت حدیث سے جوڑ دیا۔ 210ھ میں اپنی والدہ محترمہ کے ساتھ علوم سفریہ کا آغاز کیا اور آغاز شباب میں ہی کتابوں کی تالیف اور روایت حدیث کا آغاز کردیا۔ امام بخاری خود بیان کرتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں جب عبیداللہ بن موسیٰ کے پاس زیرتعلیم تھے تو روضہ رسول ﷺ کے جوار میں بیٹھ کر راتوں کے اوقات میں چاند کی روشنی میں ''قضایائے صحابہ وتابعین'' نامی ایک کتاب تالیف کی تھی۔ اسی زمانے میں سولہ سال کی عمر کے دوران اپنی والدہ محترمہ اور چھوٹے بھائی کے ساتھ حج کی سعادت بھی حاصل کی۔ اس کے بعد آپؒ کا ایک طویل دورانیہ سفر شروع ہوتا ہے جس میں آپ نے شرق وغرب کے بڑے بڑے بلاد علمیہ ومشاہیر واعلام کے ہاں پہنچے۔ اس دوران آپؒ نے ایک ہزار سے زائد اساتذہ کرام کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا اور چھ لاکھ احادیث اپنے سینہ میں محفوظ کیں۔ آپؒ نے شام، مصر، جزائر، بغداد اور بصرہ وغیرہ کا سفر کیا ان کے علاوہ دوردراز کے اسفار میں مرو، بلخ، ہرات، نیشاپور اور رے بھی شامل ہیں غرض یہ کہ ہر بڑے مرکز علم تک آپ نے رسائی کی۔ آپؒ کے ساتھ سفر کرنے والوں نے امام بخاری سے متعلق متعدد واقعات نقل کیے ہیں۔ آپؒ کے اساتذہ کرام میں امام احمد بن حنبل، علی ابن المدینی، یحیی ابن معین، محمد بن یوسف، ابراہیم الاشعث اور قتیبہ ابن سعید جیسی نابغہ روزگار ہستیاں شامل ہیں۔ آپؒ کے تلامذہ کی تعداد مبالغہ کی حد تک وسیع ہے، آپؒ جہاں بھی جاتے طلاب علم کا ایک جم غفیر اپ کے گرد جمع ہوجاتا۔ آپؒ کے سامنے اور قریب کے حلقے میں بیٹھنے والے قلم دوات سے لکھ رہے ہوتے اور صرف سننے والے ان کی پشت پر صف بند ہوتے تھے۔ جس شہر میں آپؒ کی آمد ہوتی عوام کی ایک کثیر تعداد شہر سے باہر آپؒ کے استقبال کیلئے موجود ہوتی تھی۔

آپؒ کی ذاتی زندگی سادگی اور فقر سے عبارت تھی۔ والد بزرگوار کا مختصر ترکہ آپؒ نے مضارب کی حیثیت سے تجارت میں لگا کر خود کو حدیث نبوی ﷺ کی روایت کیلئے فارغ کرلیا تھا۔ تجارت سے بہت کم فائدہ ہوتا تھا اور وہ بھی طلبہ ومساکین پر خرچ کردیا کرتے تھے۔ اسفار علمیہ کے دوران آپؒ کئی کئی دنوں تک گھاس کھا کر بھی گزارہ کرتے رہے۔ آپؒ کے ہم سفروں نے بعض اوقات چندہ کرکے بھی آپ کی کفالت کی۔ سفر میں مسلسل فاقہ کشی کے باعث آپ علیل بھی رہنے لگے تھے۔ عادت مبارکہ تھی کہ روٹی بغیر سالن کے

ساتھ تناول فرماتے تھے، ایک بار شیوخ نے سالن کے ہمراہ کھانے پر اسرار کیا تو روٹی کے ساتھ شکر پر اکتفا کیا۔ مزاج میں رحم دلی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی، کاروباری معاملات میں بہت نرمی کرتے تھے اور وصولیوں میں بہت رعایت دیا کرتے تھے اور لونڈی غلاموں کو ان کی گستاخیوں پر بھی آزاد کر دیا کرتے تھے۔ عبادت و ریاضت سے خصوصی شغف تھا، دائمی طور پر قائم اللیل رہے، دن کے نوافل بھی با قائدگی سے ادا کرتے، رمضان کی راتوں میں تراویح کے بعد سحری تک مصلے پر ہی رہتے اور عموماً تین دن میں ایک بار قرآن ختم کر لیتے تھے اور پھر کوئی دعا بھی مانگتے اور فرمایا کرتے تھے کہ ہر ختم قرآن پر ایک دعا ضرور قبول ہوتی ہے۔ اتباع سنت میں آخری عمر تک نیزہ بازی کی مشق جاری رہی اور کبھی بھی نشانہ خطا نہ گیا تھا۔ حاکم بخارا نے دربار میں آ کر شہزادوں کو پڑھانے کا حکم صادر کیا تو آپ نے علم کی بے قدری کے باعث انکار کر دیا، حاکم نے شہزادوں کیلئے الگ وقت چاہا تو بھی نہ مانے۔ قوت حافظہ کرامت کی حد تک مضبوط تھی۔ آپ نے اوائل عمری میں ایک خواب دیکھا کہ ہاتھ میں پنکھا تھامے محسن انسانیت ﷺ کے چہرہ مبارک سے مکھیاں اڑا رہے ہیں۔ تعبیر دینے والوں نے اس خواب پر کہا کہ امام بخاریؒ صحیح احادیث چھانٹ کر الگ کریں گے۔

آپؒ کے زمانے تک پہنچتے پہنچتے لوگوں میں بہت سی من گھڑت روایات احادیث نبوی ﷺ کے نام سے مشہور ہو گئی تھیں۔ امام بخاری سے پہلے کے محدثین نے اپنی کتب میں درست احادیث کو جمع تو کیا لیکن تمام درجات کی احادیث ایک ہی جگہ جمع کر دیں، اس طرح حدیث کو گہرائی سے سمجھنے والے تو ان کتب سے استفادہ کر سکتے تھے لیکن عوام الناس کیلئے احادیث کی درجہ بندی کو سمجھنا مشکل تھا۔ امام بخاری نے ایک ایسی کتاب کی تالیف کا ارادہ کیا جس میں سب صحیح روایات جمع ہوں۔ سولہ سالوں کی طویل مدت کے بعد آپؒ جب بخارا میں تشریف لائے تو جمع کی ہوئی احادیث کی تالیف شروع فرمائی۔ آپ نے حدیث کی قبولیت کی بہت سخت شرائط متعین کیں اور جو جو روایات ان معیارات پر پوری اترتی گئی صرف انہیں کو آپؒ نے اپنی کتاب میں درج کیا۔ آپ نے اپنی کتاب کا نام "الجامع الصحیح المسند من حدیث رسول ﷺ وسننہ وایامہ" رکھا۔ اس کتاب کی تکمیل میں سولہ سال صرف ہوئے۔ کتاب میں ہر باب کا آغاز قرآنی آیت سے کرتے ہیں اور احادیث پر نقد و تبصرہ بھی کرتے ہیں اور حدیث کی تشریح کرتے ہوئے کہیں کہیں فقہی مسائل سے بھی بحث کرتے ہیں۔ بغیر تکرار کے اس کتاب میں کل احادیث کی تعداد 2602 ہے، ثلاثی احادیث 22 ہیں اور کل

احادیث کی تعداد 7397 ہے۔ثلاثی احادیث سے مراد محدث اور نبی ﷺ کے درمیان صرف تین راوی ہیں۔ جس حدیث میں جتنے کم راوی ہوں وہ حدیث اتنی زیادہ قابل اعتماد ہوتی ہے،اس لیے کہ راویوں کی تعداد جتنی زیادہ ہوتو اس میں بھول جانے کا اندیشہ اتنا زیادہ ہوتا ہے۔امام بخاریؒ نے صرف متصل الاسناد احادیث کو نقل کیا ہے۔متصل الاسناد احادیث سے مراد وہ احادیث ہیں جن کی سند بغیر کسی کٹاؤ کے آپ ﷺ تک پہنچ جاتی ہے،یعنی نبی سے صحابی، پھر تابعی اور پھر تبع تابعی اس کے بعد فقہاء کے طبقے کے راوی اور تب وہ روایت محدث تک پہنچے اور درمیان سے کوئی راوی ایسا نہ ہو جسے اپنا استاد بھول گیا ہو۔اگر کوئی رواوی اپنے استاد کا نام بھول جائے مثلاً تبع تابعی کوئی حدیث بیان کرتے ہوئے تابعی کا نام بھول جائے اور براہ راست صحابی کا نام لے لے تو ایسی روایت کو امام بخاری اپنی کتاب میں شامل نہیں کرتے اس لیے یہ روایت متصل الاسناد نہیں رہی۔

امام بخاریؒ صرف ثقہ راویوں سے تخریج کرتے ہیں۔ثقہ راوی سے مراد حدیث بیان کرنے والے وہ لوگ ہیں جن کی بات ہمیشہ پختہ ہوتی ہے،ان کا ایمان مضبوط ہوتا ہے،ذریعہ رزق حلال ہوتا ہے،ان کے معمولات زندگی سنت رسول اللہ ﷺ کے مطابق ہوتے ہیں اوران کا حافظہ قوی ہوتا ہے یعنی بھولنے کی عادت انہیں نہیں ہوتی یا کم از کم نبی ﷺ کی احادیث کو بڑی احتیاط سے اپنے حافظے میں سنبھال کر رکھتے ہیں۔ ثقہ راویوں پر کذب بیانی کی تہمت بھی نہیں ہوتی یعنی وہ سنی سنائی یا جھوٹی یا مشکوک روایت کو آگے بیان نہیں کرتے اور قول رسول ﷺ یا فعل رسول ﷺ بیان کرتے ہوئے حد درجہ حزم واحتیاط سے کام لیتے ہیں۔اس زمانے کے عرب قبائل کا حافظہ عموماً بہت قوی تھا،انہیں نسلوں سے جاری تجارت اور براعظموں میں پھیلا کاروبار انگلی کی پوروں پر زبانی از بر رہتا تھا،ایک پائی کا حساب کسی کاغذ پر نہیں لکھا جاتا تھا اور نقد،قرض یا سود تمام معاملات ان کے حافظے میں تازہ رہتے تھے۔عربوں کو اپنی پشتوں نسلوں،اپنے جانوروں تک کی نسلوں اور پشتوں تک کے نام اور حالات زبانی یاد ہوا کرتے تھے۔حتی کہ ان کے پاس موجود تلوار کی تاریخ انہیں زبانی یاد تھی کہ یہ تلوار کس کس کے پاس کب کب تک رہی،کس کس جنگ میں اس تلوار سے کس کس پر وار کیا گیا وغیرہ وغیرہ۔ عربوں کے حافظے کا یہ کمال معجزات نبوی ﷺ میں سے ہے،سیرۃ نگاروں کے مطابق آپ ﷺ سے دوڈھائی سوسال قبل یہ حافظہ عربوں کو ملا اور تدوین حدیث نبوی ﷺ تک حافظے یہ قوت عربوں کے ہم رکاب رہی۔ گویا صدیوں سے صدیوں تک ایک خاص ہستی کیلئے ہی ایک اسٹیج تیار کیا جارہا تھا۔

امام بخاریؒ پہلے طبقے سے روایت قبول کرتے ہیں دوسرے طبقے میں سے چھانٹی کرتے ہیں۔ پہلے طبقے سے مراد حدیث بیان کرنے والے وہ لوگ ہیں جنہیں محدثین کے ہاں اولین مقام حاصل ہے۔ پہلے طبقے کے راویوں کی بیان کردہ احادیث کو اکابر محدثین کے ہاں قبول عام حاصل ہے، ایسے راویوں کی احادیث میں اعلی درجہ کی قبولیت کی شرائط پائی جاتی ہیں۔ محدثین کرام نے ایسی سندوں کو جن میں پہلے درجے کے راویان شامل ہوں ''سند عالی'' کہتے ہیں۔ جن احادیث کی سند عالی ہو اور راویان پہلے درجے میں گنے جاتے ہوں ان کو متنازعہ معاملات میں قول فیصل کی حیثیت حاصل ہوتی ہے۔ آخری طبقے کے راوی پہلے درجے کے راویوں سے متضاد ہوتے ہیں، ان پر جھوٹ کی تہمت ہوتی ہے، حدیث کے وضع کرنے میں یعنی خود سے بات بنا کر نبی ﷺ سے منسوب کرنے میں ماہر ہوتے ہیں اور بادشاہوں کی خوشنودی کیلئے یا اپنے فرقے کی ترویج کیلئے یا اپنے کاروبار کی بڑھوتری کیلئے نئی سے نئی باتیں تراشتے ہیں اور اس طرح بیان کرتے ہیں کہ عام لوگ ان کی بات کو قول رسول ﷺ ہی سمجھنے لگتے ہیں۔ محدثین کا یہ عظیم الشان کارنامہ ہے کہ انہوں نے ایسی روایات کو بہت محنت کے ساتھ صحیح روایات سے الگ کر دیا ہے۔

امام بخاری اور ان کے ہم عصر اور ہم پلہ دیگر محدثین نے اول درجے کے راویوں سے اول درجے کی روایات قبول کیں اور ان کے مجموعے مرتب کیے۔ بعد میں آنے والوں نے دوسرے درجے کی روایات کو جمع کیا، پھر تیسرے درجے کی روایات کو جمع کیا گیا علی ہذا القیاس۔ یہاں تک آخری طبقے کی روایات بھی جو کہ نبی ﷺ کے نام سے منسوب تھیں خواہ تراشی ہوئی یعنی موضوع تھیں انہیں بھی جمع کر لیا گیا اور ان کے مجموعے بھی آج تک موجود ہیں۔ کم وبیش دو صدیوں تک احادیث کی جمع و تدوین کا کام جاری رہا اور ہر طرح کی روایت، خبر، اثر اور حدیث کو کتابوں میں جمع کر کے تحقیق کے میدان کو تا قیامت وسیع کر دیا۔ محدثین عظام نے ان روایات کو بیان کرنے والے کم وبیش ساڑھے پانچ لاکھ افراد کے حالات زندگی بھی جمع کیے، اس علم ''اسماء الرجال'' کہتے ہیں۔ ''اسماء الرجال'' میں راویان حدیث کے نام، قبیلہ، ذریعہ رزق، ادائگیء نمازوں کی صورتحال، کھیل تماشا کی عادت، سچ یا جھوٹ بولنے کی ترجیحات، حافظہ، اس کے اساتذہ و تلامذہ، اس کی سیر و سیاحت اور اس کی دیگر محدثین ملاقاتوں کے احوال کے علاوہ اہل خانہ سمیت دیگر تمام تفصیلات تک موجود ہیں۔ دور حاضر میں ''اسماء الرجال'' کو کمپیوٹر کے حافظے میں منتقل کیا جا چکا ہے چنانچہ آج کسی بھی حدیث پر تحقیق کرنا، اس کے راویوں کے حالات زندگی تک رسوخ کرنا نہایت سہل ہے۔ میدان حدیث کا اولین کام جان مار کر کیا جا چکا ہے

لیکن اب ہر آنے والی نسل اپنے ظرف اور ہمت کے مطابق اس میں اضافہ کیے چلی جارہی ہے اور یہ سلسلہ اس زمین کے سینے پر طلوع ہونے والے آخری دن کے سورج تک جاری رہے گا۔ اللہ تعالی ان لوگوں کو اپنی خاص جوار رحمت میں جگہ عطا کرے جو اس کے آخری نبی ﷺ کی روایات کو جمع کرتے ہیں، انہیں بیان کرتے ہیں اور ان پر تحقیق و جستجو کے ذریعے اللہ تعالی کے دین میں سمجھ بوجھ پیدا کرتے ہیں، آمین۔

امام بخاریؒ سے بیس مزید کتب بھی منسوب ہیں، آپ نے صحابہ تابعین پر، تاریخ اسلام پر اور اصول حدیث پر بھی کتب یا چھوٹے چھوٹے رسالے مرتب کیے۔ ''اصول حدیث'' سے مراد حدیث کو قبول کرنے یا قبول نہ کرنے کے جملہ معیارات ہیں۔ امام حجر العسکلانی کے نزدیک محدثین کے ہاں کم وبیش پانچ سو اقسام حدیث ہیں۔ محدثین نے حدیث کی درجہ بندی میں بہت دقیق سے دقیق فرق پر بھی ان کی الگ سے تسویم کی ہے یعنی جدا جدا نام دیے ہیں، اسی طرح کتب حدیث بھی مختلف ناموں سے موسوم کی جاتی ہیں، بعض کتب میں صرف ایک صحابی کی روایات جمع کی جاتی ہیں، بعض کتب میں ایک موضوع پر تمام روایات جمع کر دی جاتی ہیں، بعض کتب کو فقہی ترتیب کے مطابق مرتب کیا جاتا ہے اور بعض کتب میں ہر طرح کی احادیث درج کر دی جاتی ہیں۔ یہ اور اس طرح کی دیگر متعدد مباحث ''فن اصول حدیث'' کے موضوعات ہیں۔ امام بخاری امت مسلمہ کے اندر اس فن کے امام ہیں، ان سے شروع ہونے والا اصول حدیث آج تک مستند ہے اور ہمیشہ اسے قبول عام ہی رہے گا۔ امام بخاریؒ کی کل کتب میں یہی ''الجامع الصحیح البخاری'' المعروف ''صحیح بخاری'' ان کی وجہ شہرت ہے۔ اس کتاب کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ اس کتاب کی متعدد شروحات لکھی جا چکی ہیں۔ جس طرح قرآن مجید کی تفسیر ہوتی ہے اسی طرح کتب احادیث کی شرح ہوتی ہے۔ امت کے ہر بڑے محدث نے بخاری شریف پر قلم اٹھانے کو اپنی سعادت سمجھا ہے۔ جس جس زبان میں قرآن مجید کے تراجم ہوئے تقریباً ان تمام زبانوں میں بخاری شریف کے تراجم بھی موجود ہیں، کسی نے کل بخاری شریف کا ترجمہ کیا اور کسی نے اس کے اجزاء کا ترجمہ کیا، کسی نے کل بخاری شریف کی شرح لکھی اور کسی نے کچھ اجزا کی اور ایک بہت بڑی تعداد ہے جس نے بخاری شریف سے چالیس احادیث کا انتخاب ''اربعین'' کے نام سے شائع کیا۔ یہ سب لوگ ایک حدیث کے مطابق شفاعت رسول ﷺ کے مستحق ہیں، اللہ تعالی ہمیں بھی ان میں شامل فرمائے، آمین۔ ❍❖❍

دوسروں کی مصیبت پر اظہار مسرت نہ کریں!

مولانا نثار احمد حصیر القاسمی
سکریٹری جنرل اکیڈمی آف ریسرچ، اینڈ اسلامک اسٹیڈیز، حیدرآباد

انسان اپنی زندگی میں مختلف نشیب وفراز سے گزرتا ہے، انسانی سماج کو بھی مختلف حالات کا سامنا کرنا پڑتا اور اتار چڑھاؤ سے دوچار ہونا پڑتا ہے، کبھی کٹھن صورت حال سے نبرد آزما ہوتا ہے تو کبھی نہایت خوشگوار ماحول سے لطف اندوز ہوتا ہے، انسان جن مصائب وآلام سے عموماً دوچار ہوتا ہے، یا جن ابتلاؤں اور مشکلات سے گزرتا ہے ان میں شاید سب سے بڑی مصیبت، انسان کی نفسیات کو سب سے زیادہ متأثر کرنے والی اور اس کے عزائم وحوصلے کو توڑ دینے والی دشمنوں کی خوش وشادمانی ہے، انسان کو جو بیماری، مصیبت، مشکلات وپریشانی اور ابتلاء وآزمائش لاحق ہوتی ہے، عداوت ودشمنی رکھنے والے اس پر خوشی ہوتے ہیں، بغلیں بجاتے اور ہر محفل وہر موقع پر اس کا تذکرہ کرکے اس کو ذلیل ورسوا کرنے اور اس کا مذاق اڑانے کی کوشش کرتے ہیں، اللہ نے اسے جن مشکلات سے دوچار کیا ہے، اور جن ابتلاء وآزمائش میں اسے ڈالا ہے، یہ بغض وعناد اور حسد وعداوت رکھنے والوں کے لئے فرحت وشادمانی اور راحت قلبی کا سامان بنتا اور ہر لمحہ اس کیلئے قہقہے لگانے کا سبب بنتا ہے، جیسے کبھی انہیں اس طرح کے حالات ومصائب کا سامنا کرنا نہیں پڑے گا، جبکہ اس طرح کے حالات کبھی بھی کسی فرد یا جماعت یا قوم کے ساتھ پیدا ہو سکتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ دعا فرمایا کرتے، اور امت کو بھی دعا کرنے کی تعلیم دیتے تھے:

اللهم انی اعوذ بک من جهد البلاء ودرک الشقاء وسوء القضاء وشماتة الاعداء. (بخاری ومسلم)

اے اللہ میں تیری پناہ مانگتا ہوں ہر بلاء ومصیبت کی سختی سے، اور بدبختی کے گھیر لینے سے، اور بری تقدیر سے، اور دشمنوں کو مجھ پر خوش ہونے سے۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی دعا میں کہا کرتے تھے:

اللهم احفظني بالاسلام قائما، واحفظني بالاسلام قاعدا واحفظني بالإسلام راقدا، ولاتشمت بي عدوا احاسدا. (المستدرک للحاکم:)

اے اللہ! اسلام کے ساتھ میری حفاظت فرما حالت قیام میں، تو اسلام کے ساتھ میری حفاظت فرما حالت قعود میں، تو اسلام کے ساتھ میری حفاظت فرما سونے کی حالت میں، اور کسی حسد کرنے والے میرے دشمن کو میری مصیبت پر خوش ہونے کا موقع نہ دے۔

اللہ کے نبی ﷺ ایسے دشمنوں اور ان کی خوشیوں سے اللہ کی پناہ اس لئے طلب کرتے تھے اور امت کو اس کی تعلیم اس لئے دی ہے کہ اس کا اثر براہ راست انسانی نفسیات پر پڑتا ہے، ہر کوئی جانتا سمجھتا اور اور اندازہ کرتا ہے کہ بغض وعناد اور حسد کرنے والے دشمنوں کے نفس میں خباثت وبد باطنی بھری ہوتی ہے، ان کے دل کدورت ورنجش سے پُر ہوتے ہیں، اور اس حسد اور بغض عناد کی وجہ سے ان کی آنکھوں پر پٹی پڑ جاتی ہے، ان کی بصیرت معدوم ہو جاتی ہے، اس کے بعد وہ اپنی زبان اور اپنے عمل سے زہر ہی اگلتے اور ان سے مسلمانوں کے حق میں صرف برائیاں ہی ظاہر ہوتی ہیں، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے بغض وحسد رکھنے والوں کا منظر اس طرح کھینچا ہے:

إِنْ تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ وَإِنْ تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَفْرَحُوا بِهَا ۝ (آل عمران: ۱۲۰)

(نیز ان کا حال یہ ہے کہ) اگر تمہیں کوئی اچھائی پہنچے تو انہیں برا لگتا ہے اور اگر تمہیں کوئی تکلیف پہنچ جائے تو اس سے یہ لوگ خوش ہوتے ہیں۔

فاسق وفاجر اور کفر ضلال میں مبتلا لوگوں کی یہی نفسیات ہوتی ہے، اہل تفسیر نے وھب بن منبہ سے نقل کیا ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ آپ کی بیماری اور مصیبت کے زمانہ میں آپ کیلئے سب سے زیادہ تکلیف دہ، شاق اور دشوار بات کیا تھی؟ تو انہوں نے جواب دیا ''میری مصیبت پر دشمنوں کی خوشی، اور میری اہانت وتحقیر، اور اسی کو قرآن میں ''ضر'' سے تعبیر کیا گیا ہے، جسے دور کرنے کے لئے ایوب علیہ السلام نے دعا کی تھی:

وَأَيُّوبَ إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُ أَنِّي مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَأَنْتَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ ۝ (الأنبياء: ۸۳)

اور ایوب کو بھی یاد کرو کہ جب انہوں نے اپنے رب کو پکارا کہ مجھے روگ لگ گیا ہے اور تو ہی اے میرے! مالک سب مہربانوں سے بڑا مہربان ہے۔

حضرت ایوب علیہ السلام کے دو بھائی ان کے پاس آئے ،مگران کے جسم سے پھیلنے والی بد بو کی وجہ سے ان سے قریب نہیں ہوئے ؛ بلکہ دور ہی کھڑے ہوکر انہیں دیکھتے رہے، پھر ایک بھائی نے کہا: اگر اللہ تعالیٰ کو ایوب علیہ السلام کے اندر کوئی خیر نظر آتا تو اللہ اسے اس ابتلاء و آزمائش اور اس بدترین بیماری میں مبتلا نہیں کرتا، حضرت ایوب علیہ السلام نے ان کی ان باتوں سے زیادہ سخت اور دل ودماغ پراثر انداز ہونے اور دل توڑنے اور ذہن کو مضطرب کرنے والا جملہ اس سے پہلے کبھی نہیں سنا تھا،اس کے بعد ہی ایوب علیہ السلام نے کہا: ''مسنی الضر'' پھر دعا کی اے اللہ اگر تو جانتا ہے کہ میں نے کبھی شکم سیری کی حالت میں رات نہیں گزاری ہے، جب کہ بھوکوں کے مقام کو میں جانتا ہوں،تو تو میری تصدیق فرمادے،اسی وقت آسمان سے ایک منادی نے آواز دی کہ میرے بندے نے سچ کہا، دونوں بھائی ایوب کی بات بھی سن رہے تھے،اور فرشتے کی آواز کو بھی سنا، یہ سن کر دونوں سجدے میں گر گئے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تنگی و جفاکشی کا فرعون نے مذاق اڑایا اوران کی مشکلات پر فرحت شادمانی کا اظہار کیا،جس پر ہارون علیہ السلام سے نہیں رہا گیا اورانہوں نے کہا:

قَالَ ابْنَ أُمَّ إِنَّ الْقَوْمَ اسْتَضْعَفُونِيْ وَكَادُواْ يَقْتُلُونَنِيْ فَلاَ تُشْمِتْ بِيَ الأَعْدَاء o(الأعراف:۱۵۰)	انہوں نے کہا میری ماں کے بیٹے!ان لوگوں نے مجھے دبا لیا تھا،اور قریب تھا کہ یہ مجھے قتل کردیں، پس آپ دشمنوں کو مجھ پر ہنسنے کا موقع نہ دیں۔

دشمن ہماری مصیبت وآزمائش پر خوشی منائیں اور بغلیں بجائیں تو یہ تعجب خیز نہیں کہ ان کا دل ودماغ اس طرح کی غلاظت سے بھرا اور بغض وحسد سے لبریز ہوتا ہی ہے،تعجب تو یہ ہے کہ ہماری مصیبتوں پر خود اپنے مسلمان بھائی بھی اور قریب ترین لوگ بھی خوشی کا اظہار کرتے ہیں ،ایسے لوگ ہماری حالت پر شاداں ہیں جنہیں ہم اپنا ہمدرد اور دین وشریعت کے رکھوالے باور کرتے رہے ہیں، ہمارے رنج والم پر خوشی منانے والے اپنے بھی ہیں اور غیر بھی ، وہ سب کے سب لکھ رہے، بول رہے اور سماجی وسیاسی رابطے کے وسائل پر پیغامات ارسال کررہے ہیں،اور ہماری ناگفتہ بہ حالت پر رنجیدہ ہونے کی بجائے خوش ہورہے،اور اظہار کررہے ہیں کہ ہم اس سے کہیں زیادہ سخت سزاؤں کے مستحق ہیں۔

آج دنیا کے مختلف خطوں میں مسلمانوں کا قتل عام کیا جارہا،انہیں بے گھر کیا جارہا،انہیں دہشت زدہ

کیا جارہا، ان کے گرد گھیرا تنگ کیا جارہا، ان پر پابندیاں لگائی جارہی ہیں، انہیں کیڑے مکوڑوں کی طرح کچلا اور ختم کیا جارہا، اوران کا محاصرہ کیا جارہا ہے، اوراس پر مشرق ومغرب کے دشمنان اسلام ہی فرحت ومسرت کا اظہار نہیں کررہے، ان کے ذرائع ابلاغ ہی اس پر شاداں وفرحاں نہیں ہیں؛ بلکہ خود مسلمان کہلانے والے اس پر خوشی سے جھوم رہے اور ہمارے قتل عام پر رقص کررہے اور دشمنوں کے سُر میں سُر ملا کر گارہے ہیں، وجہ اس کی یہ ہے کہ ان سبھوں کی ذہنیت یکساں ہے، مسلمانوں کو زیب نہیں دیتا کہ وہ اپنے دوسرے مسلمان بھائیوں کی مصیبتوں پر خوش ہوں ان پر توڑے جانے والے مظالم کے پہاڑ پر اظہار مسرت کریں، صحیحین کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کے پاس سے جنازہ گزرا تو آپ ﷺ کھڑے ہوگئے، آپ ﷺ سے کہا گیا کہ یہ تو یہودی کا جنازہ ہے، تو آپ ﷺ نے فرمایا، کیا یہ ایک جان نہیں ہے؟ جب کسی یہودی کی مصیبت پر خوشی کا اظہار درست نہیں تو بھلا ایک کلمہ گو فرد وقوم کی مصیبت پر خوش ہونا کس طرح درست ہوسکتا ہے؟

انسان کو سمجھنا اور یقین رکھنا چاہئے کہ مصیبتیں آج اگر دوسرے کے پاس آئی ہیں تو کل ہمارے پاس بھی آسکتی ہیں، ایک روایت میں ہے کہ:

لاتظهر الشماتة لاخيك فيرحمه الله ويبتليك.

اپنے بھائی کی مصیبت پر اظہار مسرت مت کرو، ہوسکتا ہے کہ اللہ اس پر رحم فرمادے اور تجھے اس میں مبتلا کردے۔

تاریخ کی کتابوں میں یہ واقعہ ذکر کیا گیا ہے کہ صلاح الدین ایوبی کی جب وفات ہوئی تو ان کی موت پر ایک ریاست کے حکمراں سیف الدین بہت خوش ہوئے، اور حد سے زیادہ مسرت وشادمانی کا اظہار کیا، اللہ نے انہیں زیادہ مہلت نہیں دی، اور صرف دو ماہ کے اندر انہیں بدترین صورت میں قتل کردیا گیا۔ اے کاش کہ ہم اس سے عبرت حاصل کرتے اور اپنا شیوہ وہ بناتے جس کی تلقین ہمارے رب نے کی اور جس کا اسوہ ہمارے نبی سے پیش کیا ہے۔

○❖○

کسی مشکل میں کسی بزدل سے کوئی مشورہ مت کرنا۔
کیونکہ وہ تمہاری بچی ہوئی ہمت کو بھی ختم کردیگا۔

مدارس پر آنکھیں کھول دینے والی ایک تحریر!!

علامہ اقبالؒ نے کہا تھا: اِن مدارس کو اپنی حالت پر رہنے دو! اگر یہ مدارس اور اس کی ٹوٹی ہوئی صفوں پر بیٹھ کر پڑھنے والے یہ درویش نہ رہے تو یاد رکھنا تمہارا وہی حال ہوگا جو میں اندلس اور غرناطہ میں مسلمانوں کا دیکھ کر آیا ہوں۔

چند دن پہلے عید الفطر گزری ہے، میں عید سے اگلے دن بائیک پر جا رہا تھا کہ ایک مدرسہ کے سامنے سے میرا گزر ہوا میں نے دیکھا کہ اس کے گیٹ پر چند چھوٹے چھوٹے معصوم سے بچے کھڑے ہیں، ان کے چہرے نورانیت سے بھرپور تھے، میں ان کے پاس چلا گیا سلام کیا، انہوں نے بہت احترام کے ساتھ سلام کا جواب دیا۔

میں نے کہا: بیٹا آپ کیا کرتے ہو یہاں؟ انہوں نے کہا: بھائی ہم یہاں حفظ کرتے ہیں۔ میں نے کہا: عید پر آپ گھر نہیں گئے؟ ان میں سے ایک دو تو آنکھوں میں آنسو بھر کر اندر چلے گئے اور باقی نے دبی ہوئی آواز میں کہا: ہمیں کوئی لینے نہیں آیا، ہم بہت دور سے آئے ہیں، بابا کہتے تھے کرایہ نہیں ہے تم وہیں رہو! میرا دل بھی ایسے بوجھل سا ہو گیا، میں کہا: آپ کو آئے ہوئے یہاں کتنا عرصہ بیت گیا ہے، انہوں نے کہا: ہم پچھلی عید پر بھی یہیں تھے۔

میں نے اپنی پاکٹ سے پیسے نکال ان کو سو سو روپیہ دینا چاہا، پر آفرین ان کی تربیت پر، کسی نے بھی ہاتھ بڑھا کر نہیں لیے بلکہ سب اندر چلے گئے، میں بوجھل سی طبیعت کے ساتھ آگے بڑھ گیا کہ یہ ہیں وہ مدارس کے طلبا جن کو لوگ حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

میں بھی انہی مدارس سے ہوتا ہوا آیا ہوں اِس جگہ پر۔ میں نے ان مدارس کے اندر کے معاملات کو دیکھا ہے جب مدارس کے شیوخ مہینے کے آخری ایام میں بہت پریشان دکھتے تھے کہ اساتذہ کی تنخواہیں اور دیگر بل کیسے ادا کیے جائیں؟ یار سوچو کون سا ایسا پرائیویٹ یا سرکاری ادارہ ہے جو اس قدر اسکالرشپ دیتا ہے، ملک کے طول وعرض میں سینکڑوں ایسے مدارس ہیں جن میں رہائشی طلباء کی تعداد ہزاروں تک جاتی ہے لیکن

ان کے کھانے، رہائش، کتابیں، میڈیسن مکمل اخراجات مدرسہ کے ذمہ ہوتے ہیں۔ کیا ہے کوئی ایسی یونیورسٹی جس کا ہاسٹل اور میس فری ہو؟

یہ دین کے قلعہ ہیں انہیں اداروں سے اسلام کے علماء اور اسکالر پیدا ہوتے ہیں جو اسلام کے خلاف ہونے والے اعتراضات کا منہ توڑ جواب دیتے ہیں۔

بات میں ان مدارس کے اندر پڑھنے والے درویشوں کی کر رہا تھا، جو دُور دراز کے علاقوں سے اپنے گھر بار ماں باپ، بہن بھائیوں کی محبت کو چھوڑ کر آتے ہیں، صرف اس لیے کہ ان کے ماں باپ کی ایک بہت معصوم سی خواہش ہوتی ہے کہ چلو کیا ہوا، اگر گھر کی دیواروں پر بھی غربت اور افلاس ناچتا ہے ہمارے بچے حافظ قرآن بن جائیں، عالم دین بن جائیں، روز قیامت عزت والا تاج تو ہمیں نصیب ہو جائیگا نہ۔

مجھے یاد ہے جب کبھی کسی عید وغیرہ کے موقعہ پر چھٹیاں ہوتی تو سب اپنے اپنے گھروں کی راہ لیتے ان میں کچھ ایسے بھی ہوتے تھے جو خود جا نہیں سکتے تھے اور لینے والے اس لیے نہیں آسکتے تھے کہ ان کے پاس آنے کیلئے کرایہ نہیں بن پاتا تھا۔

اور پھر وہ وہی مدرسہ کے اندر ہی اپنی خوشیوں کی قربانی اپنے ماں باپ کی معصوم خواہش پر قربان کیے اپنے ساتھیوں کے ساتھ کھیل لیتے۔

ان مدارس کے طلبا کو کبھی حقیر نہ جانوں! آپ نہیں جانتے ان کے مقام کو یہ جب چلتے ہیں ان کے قدموں کے نیچے اللہ کے فرشتے اپنے پروں کو بچھانا اپنے لیے باعث فخر محسوس کرتے ہیں، سمندر کی مچھلیاں فضاؤں میں پرندے زمین کے اندر حشرات ان کی کامیابی کی دعا اللہ رب العزت سے مانگتے ہیں۔

عام طور پر لوگ یہ سمجھتے ہیں: مدرسوں میں داخل وہی ہوتے ہیں جو ہر طرف سے ریجیکٹ کر دیے جائیں، اگر ایسا بھی ہے تو بھی لوگوں کو ان مدارس کا شکر گزار ہونا چاہیے جنہوں نے ایسے بچوں کو گلیوں میں آوارہ نہیں ہونے دیا بلکہ ان کو داخلہ دیکر قرآن وحدیث کی تعلیم دی، وہی بچہ نمازی، صوم وصلوۃ کا پابند، ماں باپ کا فرمان بردار اور ایک عالم دین بن کر لوگوں کے ایمان کی فکر کرنے لگا۔

ان مساجد ومدارس کے ساتھ محبت کریں، دینی تعلیم کیلئے اپنے بچوں کا رُخ ان کی طرف کریں اور ہر لحاظ سے ان مدارس کے معاون بن جائیں۔ ❍❖❍

عالمی یوم آبادی اور ہمارے ملک بھارت کا منظر نامہ

ڈاکٹر سیّد احمد قادری

گزشتہ کئی سال کی طرح اس سال بھی عالمی سطح پر 11 رجولائی کو عالمی یوم آبادی کا انعقاد کیا جائیگا۔ جس میں سیمنار، سمپوزیم، تقاریر اور مختلف نمائشوں و ٹیلی ویژن مباحث کے ذریعہ یہ بتانے کی کوشش کی جائیگی کہ بڑھتی آبادی کے باعث اس وقت پوری دنیا کن مسائل سے دوچار ہے۔ دراصل عالمی سطح پر بہت تیزی سے بڑھتی آبادی کی وجہ کر وسائل کی کمی سے انسانی زندگی میں طرح طرح کے مسائل پیدا ہو رہے ہیں۔ 1987ء میں جب بہت زیادہ بڑھتی آبادی کے سبب کم ہوتے وسائل، مسائل بن کر سامنے آئے، تب اس امر کا شدت سے احساس ہوا، جسے United Nation development Programme (UNDP) کے سامنے رکھا گیا اور ان امور پر بہت سنجیدگی سے تبادلۂ خیال کرتے ہوئے ان مسائل کے تدارک کے لئے لائحۂ عمل تیار کیا گیا۔ جس کے تحت United Nations Fund for Population Activities

(UNFA) نے 11 جولائی 1989 سے ہر سال عالمی سطح پر یوم آبادی کے انعقاد کئے جانے کا فیصلہ کیا۔ تاکہ عام لوگوں میں بہت تیزی سے بڑھتی آبادی سے پیدا ہونے والے مسائل سے نہ صرف آگاہ کیا جائے، بلکہ ان مسائل کے تدارک کی بھی عملی طور پر بھی سنجیدہ کوششیں کی جائیں۔ اس لئے کہ ایک اندازے کے مطابق عہد حاضر میں انسانی آبادی ہر دن ڈھائی لاکھ سے بھی تجاوز کر رہی ہے، جس سے وسائل کی کمی ہو رہی ہے اور انسانی مسائل شدت اختیار کرتے جا رہے ہیں۔ جو بلاشبہ انسانی زندگی کے لئے باعث تشویش ہے۔ اس ضمن میں عالمی سطح کے ماہرین کا خیال ہے کہ دنیا میں جس تیزی سے آبادی میں اضافہ ہو رہا ہے، اس تناسب میں انسانی وسائل مہیا نہیں ہو رہے ہیں۔ جس کی وجہ کر خوراک کی فراہمی، علاج و معالجہ، رہائش، تعلیم اور دیگر کئی بنیادی سہولیات میں بہت زیادہ ہونے والی کمی کے باعث انسانی زندگی نت نئی دشواریوں اور پریشانیوں سے نبرد آزما ہے۔

11 جولائی 1989ء سے بڑھتی عالمی یوم آبادی سے پیدا ہونے والے مسائل سے UNFA روشناس کرانے کی کوشش کر رہا ہے۔ مختلف ممالک میں لوگوں کو یہ بتایا جاتا ہے کہ دنیا میں اوسطاً ہر گھنٹے نو ہزار

بچے پیدا ہوتے ہیں۔اس تناسب سے دنیا کی آبادی میں سالانہ آٹھ کروڑ کا اضافہ ہورہا ہے اور یہ آبادی اسی طرح بڑھتی رہی تو اس کرہ ارض پر کئی ارب آبادی بڑھ جانے کا اندیشہ ہے۔جوانسانی زندگی اور ماحولیات کیلئے تشویش کا باعث ہے۔دنیا میں اس وقت کئی ممالک ایسے ہیں، جہاں شرح پیدائش بہت زیادہ ہونے کے سبب ان ممالک میں بچوں کی پیدائش اوران کی نگہداشت کے ساتھ ساتھ بچے پیدا کرنے والی ماؤں کیلئے طبی سہولیات کا فقدان بھی ہے۔

ان امور پر ایک نظر ڈالی جائے تو ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ دنیا میں انسان بڑھ رہے ہیں،لیکن مشکل حالات کی وجہ کر انسانیت دم توڑ رہی ہے۔لوگوں کے درمیان سے رواداری،خلوص ومحبت،یکجہتی،تہذیبی قدریں اورانسانی روایات کا فقدان ہورہا ہے۔خوراک کی کمی،بہت سارے ممالک میں عام ہے۔اس وقت کئی ممالک میں بچوں کی بڑی تعداد تغزیہ کی شکار ہے۔عورتیں خوراک کی کمی کی وجہ سے انیمیا سے جوجھ رہی ہیں۔ملازمت میں کمی سے غربت وافلاس میں اضافہ ہورہا ہے۔لوگ دانے دانے کومحتاج ہورہے ہیں۔ پینے کا صاف پانی لوگوں کومیسرنہیں ہونے سے لوگ گندہ اورآلودہ پانی پینے پر مجبور ہیں،جس سے ایسے لوگ طرح طرح کی بیماریوں میں مبتلا ہورہے ہیں۔غریبوں کیلئے علاج ومعالجہ کا نظام بھی مناسب نہیں ہونے سے ایسے لوگ بے بسی اور بے چارگی کی زندگی گزارنے پرخودکومجبور پارہے ہیں۔تعلیم کی حصولیابی سے بہت سارے مسائل کا تدارک ممکن ہے،خاص طور پر تعلیم یافتہ نوجوان جوڑوں میں یہ خیال تو پیدا ہو ہی سکتا ہے کہ 'چھوٹا خاندان،سکھی خاندان' بن سکتا ہے۔لیکن تعلیمی سہولیات کے فقدان سے غریب طبقہ محروم ہے۔ بڑھتی آبادی سے رہائش کا بھی مسئلہ بڑھ رہا ہے۔لوگ بہت تیزی سے مکانات تعمیر کرارہے ہیں،جس سے کھیت،کھلیہان سمٹتے جارہے ہیں اور جنگل کٹ رہے ہیں۔نتیجہ میں ایک طرف جہاں اشیأ خوردنی کی کمی ہورہی ہے،وہیں ماحولیات بھی متاثر ہورہا ہے۔ماحولیات کے متاثر ہونے سے بارش میں بھی بہت کمی واقع ہورہی ہے،جس سے ندی،تالاب سوکھ رہے ہیں۔ندیاں سمٹتی جارہی ہیں،تالابوں اور پوکھروں پر رہائشی اورتجارتی مراکز تعمیر ہورہے ہیں۔

اس پورے تناظر میں اگر ہم اپنے ملک کی بڑھتی آبادی اوراس کی وجہ کر گھٹتے وسائل سے پیدا ہونے والے مسائل پر ایک نظر ڈالیں تو ہمیں بہت زیادہ مایوسیوں کا سامنا ہوتا ہے۔ایسے بڑھتے ناگفتہ مسائل کے

تدارک کیلئے چند دہائی قبل حکومت وقت نے آبادی کم کرنے کیلئے عوام کے درمیان فیملی پلاننگ کی اہمیت اور افادیت پر زور دیا تھا۔عوامی طور پر ذہن سازی کیلئے طرح طرح کے اشتہارات،اعلانات سے مثبت نتائج سامنے آئے تھے۔لیکن یہاں تو ہر معاملے میں بدعنوانی کا عمل دخل ہوتا ہے۔مثلاً مرد وعورت کو فیملی پلاننگ کا آپریشن کرانے کے بعد سرکاری سطح پر کئی طرح کی معاشی سہولیات دی جاتی تھیں۔لیکن سیاست اور بدعنوانی کے دخل نے ایسے کئی اچھے پروگرام کو تقریباً ختم کردیا۔جس کی وجہ کر 'ہم دو ہمارے دو' اور 'چھوٹا پریوار، سکھی پریوار' کا جو ذہن لوگوں میں بن رہا تھا،وہ ختم ہو گیا۔ایک زمانے میں ہمارے ملک میں ''جن سنکھیا استھرتا کوش'' نے بڑھتی آبادی کم کرنے کیلئے بڑے پیمانے پر کوششیں کی تھیں۔لیکن اس کی بھی ساری کوششیں سیاست کی نذر ہوگئیں۔ان ناکامیوں کا ہی یہ نتیجہ ہے کہ اس وقت ملک کے گردوپیش میں ہر جانب لوگوں کا اژدھام نظر آتا ہے،جدھر جائیے،ادھر بھیڑ ہی بھیڑ۔ٹرینوں میں،بسوں میں،سڑکوں پر،گلیوں میں،مال میں، بازاروں میں،اسپتالوں میں،ہر طرف انسانی زندگی بنیادی سہولیات کیلئے پریشان ہے۔بدعنوانی شباب پر ہے، چوری،ڈکیتی،خون خرابہ،قتل وغارت گری کا بازار گرم ہے اور ایسے میں ہمارے بعض ناعاقبت اندیش سیاسی رہنما مذہبی منافرت پھیلانے کیلئے،ملک کی ترقی اور عوامی مسائل سے بے پرواہ،ملک کی اکثریت کو یہ تلقین کر رہے ہیں کہ وہ دس دس بچے پیدا کریں۔ایک ممبر پارلیامنٹ نے تو یہاں تک کہا تھا کہ شادی شدہ جوڑے کو جیلوں میں بند کردیا جائے اور وہ وہاں صرف بچے پیدا کرنے کا کام کریں۔جس ملک کے سیاسی رہنماؤں کی ایسی گھٹیا سوچ اور فکر ہو اس ملک میں بڑھتی آبادی کے باعث بہت تیزی سے کم ہوتے وسائل سے درپیش مسائل کے تدارک کی بات کس طرح کی جاسکتی ہے۔یہی وجہ ہے کہ اس وقت ہمارا ملک بھارت لگاتار ترقی اور خوشحالی کا حدف حاصل کرنے میں لگاتار پیچھے ہوتا جارہا ہے۔اس سال کے SDG میں 149 ممالک کے جو اعداد وشمار یکجا کئے گئے ہیں،ان میں ہمارا ملک 110 ویں مقام پر ہے۔جبکہ سویڈن،ڈنمارک اور ناروے کو پہلا،دوسرا اور تیسرا مقام حاصل ہوا ہے۔لیکن مجھے امید ہے کہ غیر سیاسی دانشوران،ان مسائل کے تدارک کیلئے اپنی سطح سے کوشش جاری رکھیں گے اور عالمی سطح پر ہو رہی ان کوششوں کو سامنے رکھ کر اپنے ملک کے لوگوں کی ذہن سازی کریں گے۔اگر آج کے اس عالمی دن کو اہمیت دی جائے،تو میرا خیال ہے کہ بہت سارے مسئلے دور ہو سکتے ہیں۔

❍❖❍

وزیر اعظم کا دورۂ اسرائیل

حفیظ نعمانی

ہر ملک کی کچھ روایات ہوتی ہیں۔ ہندوستان نے ہمیشہ اس ملک کا ساتھ دیا ہے جو مظلوم ہو اور اس کی مخالفت کی ہے جو ظالم ہو۔ اسرائیل نے جب امریکہ کی گود میں بیٹھ کر فلسطینیوں کو اُجاڑ کر یہودیوں کو آباد کرنے کی کوشش کی تو ہندوستان کے مسلمان ہی نہیں، پورا ہندوستان فلسطین کے ساتھ ہو گیا۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ ہندوستان انگریزوں کی غلامی سو سال برداشت کر چکا تھا اور جانتا تھا کہ اپنے گھر میں جب کوئی غیر طاقت کے بل پر گھس کر بیٹھ جائے تو کیا ہوتا ہے؟

فلسطین کے پاس کوئی ایسی طاقت نہیں تھی جو وہ مقابلہ کر سکے اور امریکہ دنیا کی سب سے طاقتور حکومت پوری طرح اسرائیل کے ساتھ تھی۔ ہندوستان نے فلسطین کی اسلحہ کے علاوہ ہر طرح کی مدد کی۔ سال تو یاد نہیں لیکن اور سب یاد ہے کہ فلسطین کے نوجوان جیالوں کا ایک تین نفری وفد مدد کیلئے ہندوستان آیا۔ اس نے اپنے پروگرام میں لکھنؤ بھی رکھا مرحوم مقبول احمد لاری نے اپنی مقبول لاری منزل میں ان کا قیام کرایا۔ اور ذاتی طور پر نیز اپنے حلقۂ احباب میں اپنے دوستوں سے بھرپور مدد کی، نقد رقم اور دواؤں کا ڈھیر لگا دیا اور امین الدولہ پارک میں جلسہ عام کرایا ان کی تقریر کا ترجمہ ندوہ کے طالب علم مولوی حسان ندوی نے کیا۔

فلسطین سے پورا ہندوستان محبت کرتا تھا وہ وفد جہاں بھی گیا اسے نوازا گیا اور ایک آواز بھی اسرائیل یا یہودیوں کی حمایت میں نہیں اُٹھی۔ تین دن پہلے ہندوستان کے وزیر اعظم اسرائیل گئے تو وہاں کے وزیر اعظم نے ایئرپورٹ آکر ایسی گرم جوشی سے استقبال کیا جیسے برسوں کے بچھڑے بھائی گلے مل رہے ہیں؟ وزیر اعظم نریندر مودی کی پارٹی جن سنگھ اس وقت موجود تھی۔ آر ایس ایس بھی پوری طرح سرگرم تھا اٹل بہاری باجپئی کا بھی شباب تھا لیکن کسی نے ایک بار بھی اسرائیل سے اپنے رشتوں کا ذکر نہیں کیا۔ البتہ یہ ضرور ہوا کہ ہندوستان میں جو اسرائیل کیلئے نفرت تھی وہ بی جے پی نے نہیں دکھائی اور ہندوستان نے جو اسے ایک ملک تسلیم نہیں کیا تھا اس میں نرمی برتی گئی اور پھر اسے تسلیم کر لیا گیا لیکن اسے دوست کا درجہ نہیں دیا۔ مودی نے یہ کسر پوری کر دی اور شکایت کی بات یہ ہے کہ وہ اسرائیل گئے اور مظلوم فلسطینیوں سے نہیں ملے اور ثابت کر دیا کہ وہ ظالموں کے ٹولہ میں ہیں۔

مودی جب تک اسرائیل میں رہے وزیر اعظم اسرائیل نے انہیں اپنی گود سے نہیں اتارا اس کی وجہ محبت نہیں پیسہ تھا، مودی اسلحہ کے سب سے بڑے خریدار بن کر گئے تھے۔ ہم نے بھی پچاس برس کا کاروبار کیا ہے ہمارا بھی روپیہ سیکڑوں کا کام کرانے والوں کے درمیان فرق کا رہا۔ ہزاروں کا کام کرانے والوں کو ہم عمدہ چائے اور اصرار کر کے کھانا بھی کھلاتے تھے۔ ہر کاروباری خریدار بھی ہوتا ہے۔ ہم خریدار بھی بڑے تھے اور جب کاغذ والوں کو اندازہ ہو جاتا تھا کہ

بڑا سودا ہے تو بغیر پوچھے ٹھنڈا منگا کر ہاتھ میں دیتے تھے اور کہتے تھے کہ پیسہ تو آتے جاتے رہیں گے۔ مودی جی نے اربوں ڈالر بھی دیئے اسلحہ بھی دل کھول کر خریدے اور دعوت بھی دی کہ ہندوستان آ کر نفرت کرنے والوں کا خون جلاؤ۔

ہندوستان کی مرکزی حکومت نے دہشت گردی کے واقعات کے بعد یہ فیصلہ کرلیا تھا کہ کسی ملک کے سربراہ کو وزیراعظم ایئرپورٹ لینے نہیں جائیں گے۔ بلکہ استقبال کوئی وزیر کرے گا اور شام کے قصر صدارت میں وزیراعظم یا صدر تام جھام سے استقبال کریں گے۔ لیکن جب امریکہ کے صدر براک اوبامہ آئے تو ہر فیصلہ ختم ہو گیا اور وزیراعظم نے جا کر استقبال کیا اور مودی جی نے تو ابوظہبی کے شاہزادوں کو 26 جنوری کا مہمان بنا کر بلایا تو صرف اس لئے کہ انہوں نے مسلم ملک میں مودی کی فرمائش پر مندر کیلئے زمین دی اور کچے تیل کا بھنڈار ہندوستان میں رکھوا دیا تو وہ جب آئے تو وزیراعظم مودی خود ایئرپورٹ گئے اور لے کر آئے۔ لیکن اسرائیل میں مودی جی جب تک رہے ایسے رہے جیسے دنیا کا کوئی عجوبہ انہوں نے دیکھ لیا۔ کھارے پانی کو میٹھا کرنے کی چھوٹی مشین کو دیکھ کر اور منٹوں میں کھارے کو میٹھا ہوتا دیکھ کر ایسا لگا جیسے یہ کہنے والے ہیں کہ جتنی تیار ہیں وہ تو ابھی دے دو اور سال بھر میں جتنی تیار ہوں سب ہندوستان کے لئے مخصوص کر دینا کیونکہ سمندر میں پانی بہت ہے لیکن زمین بداعمالیوں کی وجہ سے سوکھ کر پھٹی جا رہی ہے۔

فلسطین کے بہادر لیڈر یاسر عرفات ہندوستان کو اپنا سگا بڑا بھائی سمجھتے تھے وہ پنڈت نہرو اور اندرا گاندھی دونوں کے انتقال پر ہندوستان میں رہے اور جب تک سورج چاند رہے گا نہرو تیرا نام رہے گا یا اندرا تیرا نام رہے گا کہتے رہے اور آخری رسوم کے بعد گئے۔ خبروں کے مطابق اسرائیل نے مودی کو مکھن لگاتے ہوئے انہیں ورلڈ لیڈر قرار دیا ہے، جبکہ ابھی انہیں حکومت کرتے صرف تین برس ہوئے ہیں اور صرف 33 فیصدی ووٹوں کے بل پر وہ وزیراعظم بنے ہیں۔ وہ انہیں جو چاہیں کہیں یہ وہ نہیں مودی کے ڈالر بول رہے ہیں جو مودی ان کی خدمت میں پیش کر آئے۔ ایک بے ایمان ظالم ملک کے ظالم وزیراعظم کے ورلڈ لیڈر کہنے سے کوئی ورلڈ لیڈر نہیں بنتا۔ وہ بنتا ہے اس سے کہ اس کے ملک میں اسے 70 فیصدی لوگ اپنا لیڈر مانتے ہوں۔ ملک کا جو لیڈر 20 کروڑ مسلمانوں کو نظرانداز کر کے سوچے اور ملک کو چلائے وہ تو اپنے ملک کا بھی لیڈر نہیں ہوتا۔

سوچنے کی بات صرف یہ ہے کہ پڑوسیوں سے کچھ لے کر اور کچھ دے کر تعلقات اچھے رکھنے کے بجائے رات دن پانچ ہزار کلومیٹر اور دس ہزار کلومیٹر دور کی مار کرنے والی میزائل بنانے پر کروڑوں ڈالر ہر مہینہ خرچ کرنا اور اربوں ڈالر دے کر فرانس، امریکہ، برطانیہ وغیرہ سے مہلک ہتھیار خریدنا اور اربوں روپئے دفاع کے فرضی معاملہ پر خرچ کرنا کون سی عقلمندی ہے؟ ہندوستان کا کوئی پڑوسی اس کا دوست نہیں ہے اس سے زیادہ ناکام خارجہ پالیسی کیا ہوسکتی ہے؟ ایک چھوٹا سا ہندو ملک نیپال ہے وہ بھی ہندوستان کو مائی باپ سمجھنے کے بجائے دشمن سمجھتا ہے۔ اگر یہ نہ ہوتا تو ہندوستان میں کوئی بھوکا نہ سوتا اور نہ ہر کسی کے سر پر چھت ہوتی جس کا صرف وعدہ ہوتا رہتا ہے۔ ❍❖❍

’ملک کونفرت سے بچائیں‘

نازش ہما قاسمی

آؤ جذبات جذبات کھیلتے ہیں، تم میرے جذبات سے کھیلو! میں تمہارے جذبات سے کھیلوں گا۔
اس طرح ایک نیا ’جذباتی ہندوستان‘ بنائیں گے۔۔۔! ۔۔۔منکوووووول۔۔۔

ملک میں ان دنوں جذبات بھڑکانے کا کھیل عروج پر ہے۔ ہندو نیتا ہو یا مسلمان لیڈر ہر کوئی اپنی قوم کے جذبات بھڑکانے میں مصروف ہے۔ اکثریتی طبقے کی طرف سے بھی جذبات سے کھیلنے کا کام جاری ہے اور اقلیتی طبقات کے کچھ افراد بھی جذبات سے کھیلنے میں مصروف ہیں۔ ہندو مسلمانوں کے مذہبی جذبات بھڑکا رہے ہیں، تو مسلمان ہندوؤں کے دیوی دیوتاؤں کے بارے میں بُرا کہہ کر ان کے جذبات سے کھیل رہا ہے، جس سے ہندوستان کی برسوں پرانی روایت گنگا جمنی تہذیب داؤ پر لگی ہوئی ہے۔ ملک کے سبھی لیڈروں کی تقاریر اشتعال انگیزی سے پر ہے۔ ہندو مسلمان کو دھمکی دے رہا ہے اور مسلمان ہندوؤں کو۔ کوئی کسی کی مردہ ماں بہن کو قبر سے نکال کر بے حرمتی کرنے کی کہہ رہا ہے، گالیاں بک رہا ہے، عزت وحرمت پامال کر رہا ہے، تو کوئی ہندو تنظیموں کو للکار کر ان سے تلک وٹوپی کا سوال کر رہا ہے۔ کوئی پاکستان جانے کا مشورہ دے رہا ہے تو کوئی یہیں رہ کر اپنے حقوق کی بازیابی کا مطالبہ کر رہا ہے۔ ان دونوں میں کون سچا ہے، کون جھوٹا، کیا حقیقت ہے؟ کیا فسانہ؟ اس سے عوام بخوبی واقف ہیں، کون ملک کے مفاد میں ہے، اور کون ملک کیلئے نقصاندہ، اس سے بھی سیکولرازم اور جمہوریت پر یقین رکھنے والے آگاہ ہیں۔

ہندو اور مسلمانوں میں بڑھتی ہوئی خلیج کو دیکھ کر ایسا لگنے لگا ہے کہ کہیں ہندوستان پھر تقسیم نہ ہو جائے۔ آج صورت حال سے واضح ہو رہا ہے کہ ملک رہنے والے ایک نہیں ہیں، اور یہ احساس قلب پر دستک دے رہا ہے کہ کہیں وہی حالات دوبارہ نہ پیدا ہو جائیں جو 1947 میں تقسیم ہند کے وقت ہوئے تھے۔ اور جس صورت حال کا ہندوستان شکار ہوا تھا، اگر ایسا ہوتا ہے تو ہندوستان سرخ ہندوستان میں تبدیل ہو جائے گا، سرزمین ہند لاشوں اَٹی ہوں گی، غم واندوہ میں ڈوبے ہوئے افراد کے چہروں پر آنسوؤں کے دھارے بہتے ہونگے وران کے قلوب سے اٹھتی چیخیں دب کر رہ جائے گی، گلے تک کا سفر طے نہیں کر سکیں گی، کسی کو کچھ سنائی

نہیں دے گا۔ اس کشت وخون کی بہتی ندی میں دونوں قومیں ڈوب جائیں گے، ان کا صرف نقصان ہی ہوگا فائدہ نہیں۔ ہاں البتہ فائدہ ان فرقہ پرستوں کا ہوسکتا ہے جو لاشیں گرانے پر یقین رکھتے ہیں، جو لہو پینے کے عادی ہیں، جو لاشوں پر کرسی کے پائے رکھتے ہیں۔ حالانکہ ایسا ممکن نہیں ہے کیوں کہ اکثریتی طبقے کے وہ افراد جن کا سیکولرازم اور جمہوریت پر ایمان ہے وہ یہ یقین رکھتے ہیں کہ ہندو مسلم اتحاد ہی ملک کی سلامتی کا ضامن ہے، وہ کھل کر مسلمانوں کا ساتھ دے رہے ہیں، ہر جگہ انہیں سپورٹ کر رہے ہیں۔ حالیہ دنوں میں مسلمانوں پر ہو رہے مظالم کا انہوں نے کھل کر ساتھ دیا، اور ان کے حق کیلئے حکومت وقت کے خلاف صدائے احتجاج بلند کیا اور کر رہے ہیں۔ ناٹ ان مائی نیم تحریک پوری شدت سے ملک میں جاری ہے، اُمید کی جاسکتی ہے اس تحریک کے اثرات جلد ہی مرتب ہوں گے۔ اب ہمیں چاہئے کہ ہم ان نفرت کے سوداگروں سے خود کو بچائیں، ان نیوز چینلوں سے جن کا کام ہی نفرت کی اشاعت ہے دور رہیں، ان کی خبروں کا بائیکاٹ کریں، ان ٹی وی سیریلوں کا جو آج کل ہندو مسلم معاشرہ کی غلط تشریح کر کے ہندو مسلم اتحاد کو پارہ پارہ کرنے والے قصوں کو دکھا رہے ہیں، ان کا بائیکاٹ کریں۔ اگر ہم اس طرح ان لوگوں کے خلاف آئیں گے تو ہمارے مستقبل کا ہندوستان خوشگوار رہے گا، اگر ہم ان کے دام فریب میں آگئے تو ملک کا اللہ ہی خیر کرے۔ ہمیں امید ہے ان سیکولرازم کے پاسداروں سے جنہوں نے ہمیشہ ہندوستانی اقلیت کا ساتھ دیا ہے اور دے رہے ہیں، وہ جب تک ہیں اور ان کی سوچ والے جب تک رہیں گے ہندوستان پر کوئی آنچ نہیں آئے گی۔ لاکھ فرقہ پرست اشتعال انگیزی کریں یہ اپنے صبر وضبط سے لاء اینڈ آرڈر کا پاس ولحاظ رکھتے ہوئے انہیں منہ توڑ جواب دیں گے، ان کے عزائم نیست ونابود کر دیں گے، ان کی فکر کو دبا دیں گے۔

ضرورت ہے ہم ایک دوسرے کے قریب آئیں، انہیں سمجھیں، سمجھائیں، ان کی نفرت بھری باتوں کو سن کر مشتعل ہونے کے بجائے مصلحت سے کام لیتے ہوئے انہیں انہیں بتائیں کہ یہ جو باتیں آپ تک پہنچائی گئی ہیں ان کی کوئی اصل نہیں ہے۔ آپ فرقہ پرستوں کی باتوں میں آکر ملک کا نقشہ نہ تبدیل کریں، اسلام امن پسندوں کا مذہب ہے، اسلام میں ناحق قتل جائز نہیں، وہ ایسا مذہب ہے جہاں راستے سے تکلیف دہ چیز ہٹانے پر بھی ثواب ملتا ہے، تو سوچیں وہ کیوں ہندوستان کی ترقی کی راہ میں روڑے اٹکائیں گے۔ ہمیں انہیں باور کرانا ہوگا اس کیلئے ہمیں زمینی سطح پر محنت کرنی ہوگی جس طرح آر ایس ایس نے زمینی سطح پر

محنت کی ہے، اوراس کی اس محنت کا انہیں آج یہ ثمرہ مل رہا ہے کہ وہ اکثریتی طبقے کے چند افراد کو، برسوں سے گنگا جمنی تہذیب پر رکھنے والے لوگوں کو گاندھی نظریے سے ہٹا کر گوڈسے کی راہ پر لے آئے ہیں۔ ہمیں بھی اسی طرح محنت کرنی ہوگی اور بہت جلد کرنی ہوگی اس کے لیے کسی تنظیم کی ضرورت نہیں، ہر کوئی اپنے سے شروع کرے اور مخلص ہو کر شروع کرے، ان شاء اللہ ہمیں اس کا پھل ملے گا اور ہم کامیاب ہو جائیں گے۔ ملک کو نفرت کی آندھی میں دھکیلنے والوں کے عزائم خاک کر دیں گے اور ہندوستان کو خاک وخون میں لت پت ہونے سے بچالیں گے۔ ہمیں برادران وطن کو یہ بھی باور کرانا ہوگا کہ اگر اسلام دہشت گردوں کا مذہب ہوتا، وہ جبراً مذہب تبدیل کروانے پر یقین رکھتے تو ہندوستان میں ساڑھے نو سو سال تک مسلمانوں کی حکومت رہی، زمام اقتدار ان کے ہاتھوں میں رہا، وہ ہندوستان کے سیاہ وسفید کیا لک رہے، لیکن کبھی انہوں نے برادران وطن کو تکلیف نہیں دی، کبھی جبراً تبدیلی مذہب پر مجبور نہیں کیا، کبھی ان کی مذہبی رسومات کو تبدیل کرانے کے درپے نہیں ہوئے، کبھی ان کے مقدس مقامات کی بے حرمتی نہیں کی، کبھی کوئی مندر نہیں ڈھایا۔ اگر وہ ایسا کرتے تو ساڑھے نو سو سال کے طویل عرصے میں ہندوستان میں ہندو نام کی کوئی چیز نہیں رہتی، اور ہندوستان خالص مسلم ملک ہو جاتا اور آزادی کے بعد جو ہندو سو کروڑ ٹھہرے اور مسلمان پچیس کروڑ یہ اُلٹا ہو سکتا تھا ہندو پچیس کروڑ رہتے اور مسلمان سو کروڑ، لیکن ان بادشاہوں نے ایسا نہیں کیا۔ اس الزام کی حقیقت سے انہیں آگاہ کرانا ہوگا۔ ہندو مسلم اتحاد کیلئے ضروری ہے کہ ہم فرقہ پرستوں کا کھل کر مقابلہ کریں 'ناٹ ان مائی نیم کی تحریک کو پورے ملک میں زور وشور سے چلائیں، سیاسی پارٹیوں اور سیاسی تنظیموں کو اس سے دور رکھیں کیوں کہ منکول کی رائے کے مطابق، جہاں سیاست آجاتی ہے وہاں سودے ہوتے ہیں قوم کے مفاد کی باتیں نہیں اور یہ سیاسی پارٹیاں صرف اور صرف جذبات سے کھیلنا جانتی ہیں کیوں کہ انہیں ملک کو 'جذباتی ہندوستان' بنانا ہے۔

○❖○

دلوں کا زنگ کیسے دُور ہو

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: دلوں میں بھی زنگ لگتا ہے، جیسا کہ لوہے میں جب پانی لگ جاتا ہے تو زنگ آلود ہو جاتا ہے۔ پوچھا گیا کیسے دور ہوگا؟ فرمایا: موت کی کثرت سے یاد، اور قرآن پاک کی تلاوت سے۔

والدین کا مقام، اسلام اور جدید تہذیب

آمنہ پروین، مالیگاؤں

ماں کی بے کراں عظمت:

مسلمانو! مدرز ڈے، فادرز ڈے جیسے چونچلے اسی معاشرے اور تہذیب کیلئے رہنے دیجئے، جس میں ''ماں باپ'' کی جگہ ''اولڈ ایج ہومز'' اور ''کتوں'' کی جگہ گھر میں ہوتی ہے۔ جب آپ کا معاشرہ بھی اس ماڈرن تہذیب تک پہنچ جائے تو آپ بھی ایک دن مخصوص کر کے ''ماں باپ'' جیسے عظیم اور پاک رشتوں کی محبت کا اظہار کر لیجئے گا۔ بھلا بتایئے کیا ''ماں'' بھی کوئی ایسی ہستی ہے، جسے سال میں ایک بار یاد کیا جائے؟ کیا ''ماں'' کو یاد کرنے کیلئے کسی مدرز ڈے کی ضرورت ہے؟ ''ماں'' کے بارے میں کچھ لکھنا سمندر کو کوزے میں سمونے کے برابر ہے۔ ''ماں'' ایک ایسے سمندر کے مانند ہے جس کی اتھاہ گہرائیوں کا اندازہ بھی کرنا انسانی عقل سے دور، بہت دور ہے، ہر رشتے کی محبت کو الفاظ میں بیان کیا جاسکتا ہے، مگر ''ماں'' کی محبت اور عظمت نا قابل بیان ہے۔

''ماں'' کہنے کو تو تین حروف کا ایک چھوٹا سا مجموعہ ہے؛ لیکن اپنے اندر شفقت ومحبت کی پوری کائنات سموئے ہوئے ہے۔ ''ماں'' کی عظمت اور بڑائی کا ثبوت اس سے بڑ کر اور کیا ہوسکتا ہے کہ خداوند قدوس جب انسان سے اپنی محبت کا اظہار کرتا ہے تو اس کیلئے ''ماں'' کو مثال بناتا ہے۔ ''ماں'' اس ہستی کا نام ہے جس کو محبت سے ایک نظر دیکھ لینے سے ایک حج کا ثواب مل جاتا ہے۔ ''ماں'' وہ عظیم ہستی ہے جس کے قدموں کے نیچے جنت ہے، کسی دانشور نے ''ماں'' کی بے پناہ محبت اور صبر کے بارے میں کہا ہے کہ ''جب دستر خوان پر چار روٹیاں ہوتی ہیں اور کھانے والے پانچ ہوتے ہیں، تب ماں کہتی ہے کہ مجھے بھوک نہیں ہے۔'' ماں خود بھوکی رہ لے گی، مگر اپنے بچوں کو پیٹ بھر کر کھانا کھلائے گی، سرد راتوں میں جب اس کا بچہ بستر گیلا کر دیتا ہے تو ساری رات وہ خود تو اس گیلے بستر پر سو جائے گی؛ لیکن اپنے بچے کو خشک جگہ پر سلائے گی۔

ویسے ماں کے کئی روپ ہیں، جس میں سے دو مختلف روپ کو اس واقعے سے سمجھا جاسکتا ہے۔ ایک پانچ

سالہ بچے کی ماں کا انتقال ہوجاتا ہے، باپ دوسری شادی کرلیتا ہے، ایک دن باپ بیٹے سے پوچھتا ہے: ''بیٹا تمہاری پہلی ماں اچھی تھی یا دوسری ماں؟ بیٹا معصومیت سے جواب دیتا ہے: ''میری پہلی ماں جھوٹی تھی، دوسری ماں سچی ہے۔'' کیسے؟ باپ نے حیرانی سے پوچھا۔ بیٹے نے جواب دیا: ''جب میں شرارت کرتا تھا تو پہلی (سگی) ماں کہتی تھی آج تجھے بہت ماروں گی؛ لیکن ماں نے مجھے کبھی نہیں مارا، ماں کہتی تھی آج تجھے کھانا نہیں دونگی؛ لیکن کھانے کے وقت آنکھوں میں آنسوں لیے ہوئے مجھے اپنے ہاتھوں سے کھلاتی تھی'' اس لئے وہ ماں جھوٹی تھی:

اس طرح میرے گناہوں کو وہ دھو دیتی ہے
ماں بہت غصے میں ہوتی ہے تو رو دیتی ہے

لیکن یہ دوسری (سوتیلی) ماں جب کہتی ہے کہ آج تجھے کھانا نہیں دونگی، تو دن دن بھر مجھے بھوکا رکھتی ہے، کھانا نہیں دیتی، جب کہتی ہے کہ بہت مارونگی، تو بہت مارتی ہے؛ اس لئے یہ ماں سچی ہے۔ ماں سے محبت کے اظہار کیلئے کسی ایک دن کو مخصوص نہیں کیا جاسکتا ہے، سال میں ایک دن کو ''یوم مادر'' کے طور پر منا لینے سے بات نہیں بنتی؛ بلکہ اسلام میں تو ہر دن، ہر لمحہ ماؤں کیلئے ہے۔

باپ کا مقام ومرتبہ:

''باپ'' کی حیثیت ایک بے لوث محافظ کی ہے، جو ساری زندگی اپنے خاندان کی نگرانی اور حفاظت کرتا ہے، وہ اپنی اولاد کا سب سے بڑا خیرخواہ ہوتا ہے۔ باپ اپنے اہل وعیال اور اولاد کو پالنے کیلئے خود بھوکا رہ کر یا روکھی سوکھی کھا کر گذارا کرتا ہے؛ لیکن پوری کوشش کرتا ہے کہ اس کے بچوں کو اچھا کھانا، اچھی تعلیم اور تربیت مل سکے۔ باپ صبح سے شام تک اولاد کی پرورش، ان کی تعلیم اور تربیت کے سلسلے میں بے چین رہتا ہے، وہ اس خیال میں دن رات پریشان رہتا ہے کہ گھر کے اخراجات کی تکمیل کیسے ہو؟ باپ کا سایہ گھنیرے اور آرام دہ درخت کی مانند ہوتا ہے۔ باپ کو محبت سے ایک نظر دیکھنے سے بھی ایک حج کا ثواب ملتا ہے۔

باپ جنت کا دروازہ ہے:

کہنے کو تو باپ بھی محض تین حرفوں کا ایک چھوٹا سا مجموعہ ہے؛ لیکن وہ بچوں کیلئے ایک ایسے وشال درخت کی مانند ہے جو زندگی بھر چلچلاتی دھوپ میں تپ کر اپنی اولاد کو پرسکون چھاؤں پہنچاتا ہے:

دھوپ کتنی ہی کڑی ہو کوئی پرواہ نہیں
باپ کا سایہ ہو سر پہ تو شجر لگتا ہے

باپ سے محبت کے اظہار کیلئے بھی کسی ایک دن کو مخصوص نہیں کیا جاسکتا، سال میں ایک دن منا لینے سے بات نہیں بنتی؛ بلکہ اسلام میں تو ہر دن، ہر لمحہ فادرڈے ہے۔

ماں باپ کی خدمت قرآن وسنت کی روشنی میں:

اسلام دین فطرت اور مکمل ضابطہ حیات ہے، جو امن، سلامتی، تہذیب وآداب کی بجا آوری کی تعلیم دیتا ہے۔ اسلام آپسی احترام اور اعلیٰ اخلاقیات کا مذہب ہے، اللہ کا احترام، انبیاء ورسل کا احترام، مساجد، آسمانی کتابوں، بزرگوں اور اپنے بڑوں، اساتذہ وعلماء کا احترام اور والدین کا احترام سکھاتا ہے۔ انسانی زندگی میں چونکہ والدین کا مقام بہت بلند ہے؛ اس لئے والدین سے حسن سلوک کو اسلام نے اہم ترین قرار دیا ہے، ہر مرد اور عورت پر اپنے ماں باپ کے حقوق ادا کرنا فرض ہے۔ والدین کے حقوق کے بارے میں قرآن کریم میں ارشاد ہے: ''اور آپ کے رب نے حکم فرما دیا ہے کہ تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت مت کرو اور والدین کے ساتھ حسن سلوک کیا کرو، اگر تمہارے سامنے دونوں میں سے کوئی ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو انہیں اُف بھی نہ کہنا اور انہیں جھڑکنا بھی نہیں اور ان دونوں کے ساتھ بڑے ادب سے بات کیا کرو اور ان دونوں کیلئے نرم دلی سے عجز وانکساری کے بازو جھکائے رکھو اور (اللہ کے حضور) دعا کرتے رہو کہ اے میرے رب! ان دونوں پر رحم فرما جیسا کہ انہوں نے بچپن میں مجھے (رحمت وشفقت سے) پالا تھا۔ (سورۃ الاسراء: ۲۳-۲۴)

والدین کی خدمت اور تعظیم عمر کے ہر حصے میں واجب ہے، بوڑھے ہوں یا جوان؛ لیکن بڑھاپے کا ذکر خصوصیت سے اس لئے ہے کہ اس عمر میں جا کر ماں باپ بھی خدمت کے محتاج ہو جاتے ہیں؛ اس لئے قرآن حکیم میں والدین کی دلجوئی اور راحت رسانی کے احکام دینے کے ساتھ انسان کو اس کو بچنا یاد دلایا گیا کہ کسی وقت تم بھی اپنے والدین کے اس سے زیادہ محتاج تھے، جس قدر آج وہ تمہارے محتاج ہیں، تو جس طرح انہوں نے اپنی راحت وخواہشات کو اس وقت تم پر قربان کیا اور تمہاری بے عقلی کی باتوں کو پیار کے ساتھ برداشت کیا، اسی طرح اب جبکہ ان پر محتاجی کا وقت آیا ہے، تو عقل وشرافت کا تقاضا ہے کہ ان کے ان

سابق احسان کا بدلہ ادا کرو۔

جس طرح قرآن حکیم میں والدین کے حقوق ادا کرنے کی تاکید کی گئی ہے، اسی طرح کئی احادیث مبارکہ میں بھی والدین کے حقوق ادا کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''اس کی ناک غبار آلود ہو، اس کی ناک خاک آلود، اس کی ناک خاک آلود ہو (یعنی ذلیل ورسوا ہو) کسی نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! وہ کون ہے؟ تو حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: جس نے ماں باپ دونوں کو یا ایک کو بڑھاپے کی عمر میں پایا، پھر (ان کی خدمت کر کے) جنت میں داخل نہ ہوا۔'' (مسلم شریف)

والدین کی عظمت واہمیت اور ان کی خدمت کے تعلق سے اسلام کی تعلیمات کا مطالعہ کرنے سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ مدرز ڈے، فادرز ڈے منانا محض فیشن یا ماں باپ کی انمول محبت کا مذاق ہے، ماں کی ممتا اور باپ کے پیار کو ایک دن میں سمیٹنا ماں باپ کی محبت کی توہین ہے۔ ماں باپ کی لازوال اور انمول محبت کا صلہ ہم محض ایک دن ان کے نام کر کے کیسے دے سکتے ہیں؟ ہماری تو پوری زندگی، زندگی کا ہر سال، سال کا ہر مہینہ، مہینے کا ہر دن اور دن کا ہر لمحہ ماں باپ کے نام ہونا چاہیے۔ مدرز ڈے، فادرز ڈے تو مغرب کی خدا بیزار وزوال آمادہ معاشرے کی روایت ہے، جہاں نہ رشتوں کا تقدس ہے اور نہ ہی کوئی اہمیت ہے، جہاں اولاد صاحب حیثیت ہونے کے باوجود اپنے ماں باپ کو بے وقعت سمجھنے لگتی ہے، اور ماں باپ کی قربانیوں اور پرخلوص محبت کو ٹھوکر مار کر ''اولڈ ایج ہومز'' میں رکھ دیتی ہے اور سال میں ایک دن اپنی ماں اور باپ کے نام کر کے اپنے فرض سے منھ پھیر لیتی ہے۔ بحیثیت مسلمان ہماری یہ روایت نہیں ہے، اللہ ورسول کی طرف سے ماں باپ کی محبت وشفقت کے مجسم روپ کو عزت وتکریم دینے کی تلقین کی گئی ہے اور ماں باپ کی محبتوں اور خلوص کی پاسداری کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ہمیں ماں باپ کے آگے اُف تک کرنے سے منا کیا گیا ہے۔ ایک مسلمان کی حیثیت سے ہماری اپنی ایک تہذیب ہے، جو انسانی وروحانی رشتوں کے دائمی احترام وتکریم کی تعلیم دیتی ہے اور ہمیں اسی پر عمل پیرا رہنا چاہیے۔ ○❖○

زندگی کی کتاب میں اتنی غلطیاں نہ کرو کہ:
پنسل سے پہلے رَبڑ ختم ہو جائے، اور توبہ سے پہلے زندگی۔

امرناتھ یاترا پرحملہ: چند سوال

راحت علی صدیقی قاسمی

امرناتھ یاترا کا مقصد غار میں رکھے ہوئے شیولنگ کا دیدار کرنا، اس کی پوجا کرنا، منتیں مانگنا ہے۔ اسی مقصد کی تکمیل لئے بہت سے ہندو سفر کرتے ہیں اور 138 رکلومیٹر کی اونچائی پر پہنچ کر شیولنگ کو دیکھتے ہیں، اپنی عقیدت کوتسکین بخشتے ہیں اور اس عمل کو باعث فخر اور قابل تعظیم گردانا جاتا ہے۔ ہندو عقائد کے مطابق یہی وہ مقام ہے جہاں شیو رہتے تھے، ان کی علامت اور پہچان کے طور پر برف کا یہ لنگ موجود ہے، عرصۂ دراز سے لوگ اس کی زیارت کیلئے جاتے ہیں۔ مؤرخین نے لکھا ہے کہ اس غار کی تلاش ایک مسلمان چرواہے بوٹا ملک نے کی تھی، حالانکہ بہت سے لوگوں نے اس دعویٰ کا انکار کیا اور یہ کہا کہ بوٹا گوجر تھا، مگر یہ دلیل کمزور نظر آتی ہے، چونکہ آج بھی جو گھرانا اس غار کی صفائی اور نگرانی کرتا ہے اس کا تعلق اسلام سے ہے اور وہ اپنے آپ کو بوٹا ملک کا جانشین کہتا ہے۔ اس دلیل سے معلوم ہوتا ہے کہ بوٹا ملک مسلمان تھا اور اس مذہبی مقدس مقام کو تلاش کرنے والا ایک مسلمان ہی ہے۔

امرناتھ یاترا میں ہمیشہ کشمیری مسلمان میزبانی کے فرائض انجام دیتے ہیں اور سفر پر آنے والے حضرات کے استقبال میں پلکیں بچھاتے ہیں، ان کی ضروریات کی تکمیل کیلئے جگہ جگہ دوکانیں لگائی جاتی ہیں، کیمپ لگائے جاتے ہیں، جس سے کشمیریوں کو نفع حاصل ہوتا ہے، انہیں کاروبار میسر آتا ہے اور عقیدت مندوں کو اپنی ضروریات کا سامان مہیا ہو جاتا ہے، اس ضمن میں ہندو مسلم اتحاد کی مثالیں بھی دیکھنے کو ملتی ہیں اور دلوں پر چڑھا ہوا میل بھی صاف ہوتا ہے۔ اسی طرح سے یہ روایت جاری ہے اور عقیدت مندوں کا ہجوم ہر سال رخت سفر باندھتا ہے اور مذہبی ذمہ داری کو پوری کرتا ہے، لیکن اس سفر پر جانے والے لوگوں کو بہت سے وحشی درندوں کا بھی سامنا کرنا پڑتا ہے، جو خالی ہاتھ افراد پر حملہ کرتے ہیں، خون بہاتے ہیں، وحشت و بربریت کا مظاہرہ کرتے ہیں، پوجا میں مشغول لوگوں کو موت کی نیند سلا دیتے ہیں، حادثات کی فہرست طویل ہے، ہر سال کوئی نہ کوئی مذموم حرکت ہوتی ہے اور قلب شکن واقعہ پیش آتا ہے، جو ملک کو فرقوں میں تقسیم کر دیتا ہے، محبت کو نفرت کا لباس پہنا دیتا ہے، خادموں کو مشکوک اور میزبانوں کو ملزم بنا دیتا ہے، کافی عرصہ سے حادثات ہو رہے ہیں، ظلم وستم کی داستانیں رقم ہو رہی ہیں، خون سے کشمیر کی زمین کو سرخ کیا جا رہا ہے اور عقیدت مندوں کو موت کی نیند سلایا جا رہا ہے۔ 1993ء میں دو مرتبہ حملہ ہوا، تین لوگوں کی موت ہوئی،

1994ء دولوگوں کو فنا کے گھاٹ اتار دیا گیا، 1995ء میں تین حملے ہوئے، 1996ء میں دو حملے ہوئے، ان دونوں سالوں میں جانی نقصان اگر چہ نہیں ہوا، اگست 2000ء کو بہت بڑا حملہ ہوا جس میں 35/افراد کی جان گئی، 60/لوگ زخمی ہوئے، پورے ملک میں اس حملہ کی تکلیف محسوس کی گئی، چوطرفہ مذمت ہوئی اور ہر شخص نے اس حملہ کے درد کو محسوس کیا اور مرنے والوں کے اعزا واقرباء کے غم میں پورا ملک شریک ہوا، مگر لاشوں کے اٹھنے کا یہ سلسلہ ختم نہیں ہوا اور 2001ء میں 20/جولائی کو پھر حملہ ہوا، 15 لوگوں کو موت کا جام پینا پڑا اور 15/لوگ زخموں سے چور ہوئے اور سلسلہ اب بھی اختتام پذیر نہیں ہوا کہ 2002ء میں پھر حملہ ہوا 10/لوگ جاں بحق ہوئے، 25/لوگ زخمی اور درد و تکلیف سے دوچار ہوئے، 2003ء میں 8/لوگوں نے جان گنوائی، 2006ء میں بھی ایک موت ہوئی۔

طویل سلسلہ کشت وخون کی بہتی ندیاں، عقیدت مندوں کی تلف ہوتی جانیں اور حفاظتی انتظامات کی کوتاہی، ہمارے ذہنوں میں چند سوال پیدا کرتی ہیں، حملہ کس نے کیا؟ حملہ کے چند لمحات بعد ہی ہماری انتظامیہ اعلان کر دیتی ہے کہ حملہ میں لشکر طیبہ کا ہاتھ تھا یا حملے میں کسی دہشت گرد کا ہاتھ تھا اور بسا اوقات کسی شخص کو گرفتار بھی کر لیا جاتا ہے لیکن اب تک یہ علم نہیں ہو سکا کہ امرناتھ یاترا کے عقیدت مندوں پر حملہ کرنے والوں میں کتنے لوگوں کو موقعۂ واردات پر گرفتار کیا گیا؟ کتنے لوگوں سے ان کے نیٹ ورک کے بارے میں دریافت کیا گیا؟ کیا معلومات حاصل ہوئیں؟ اس سے کیا فائدہ ہوا؟ اور کتنے افراد کے جرم ثابت ہوئے؟ آخر یہ حملے کیوں ہوئے؟ ان کا مقصد کیا تھا؟ حملہ کرنے والے کیا چاہتے تھے؟ کیا وہ ہندوستانی تھے؟ چونکہ یہ ایک حملہ نہیں ہے بلکہ مسلسل کوشش ہے کسی منصوبہ کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی، پھر ہماری ایجنسیوں کے ہاتھ خالی کیوں ہے؟ کیوں اس خوفناک سلسلہ کو روکا نہیں جاسکا؟ یہ سب کیوں ہونے دیا جارہا ہے؟ حملہ سے پہلے بھی ایجنسیاں تحقیقی ادارے حملہ کا خدشہ ظاہر کرتی ہیں اور حملہ کے بعد مجرم کا اعلان بھی کرتی ہیں، پھر اس وقت خونخوار درندہ حیوانیت و درندگی کا ننگا ناچ ناچ رہے ہوتے ہیں تو حفاظتی دستہ کہاں ہوتا ہے؟ حالانکہ یہی افراد ہیں، جو بڑے بڑے معرکہ سر کرتے ہیں، جان نچھاور کرتے ہیں اور ملک کی عزت وآبرو پر آنچ نہیں آنے دیتے، ماں باپ بھائی بہن اولاد سب کے مقابلہ میں ملک کو ترجیح دیتے ہیں، لیکن اس موقع پر یہی افراد ہیں اور عمل اس کے برخلاف محسوس ہو رہا ہے۔ پچھلے 24/سالوں سے مسلسل حادثات ہونا چہ معنی دارد؟ پورا کشمیر تکلیف کا اظہار کر رہا ہے، پھر قاتل کون تھے؟ کہاں سے آئے تھے اور کہاں گئے؟ سندیپ شرما کی گرفتاری بھی بہت سے سوالات کو جنم دیتی ہے۔ اے ٹی ایس نے اس سے کیا دریافت کیا؟ میڈیا اس کے

جرائم کو چھوڑ کر مذہبی معاملات پر بحث کر چکا ہے، اس کے مسلمان ہونے کے دعوے کر چکا ہے۔

بہر حال وہ کوئی بھی ہو، اس کی مکمل طور پر چھان بین کی جانی چاہئے، چونکہ امرناتھ یاترا پر ہونے والے حملے دودھاری تلوار کے مثل ہیں، کشمیر میں بے گناہ معصوم عقیدت مندوں کو قتل کر دیا جاتا ہے اور پھر اس کا ردعمل پورے ملک میں ظاہر ہوتا ہے، ہر مسلمان کو شک کی نظروں سے دیکھا جاتا ہے، اسے دہشت گرد تنظیم کا فرد سمجھا جاتا ہے، پھبتیاں کسی جاتی ہیں، طعنے دئے جاتے ہیں اور ملک میں فرقہ پرستی کی آگ بھڑک اٹھتی ہے، امسال بھی امرناتھ یاترا پر حملے کے بعد حصار میں ایک امام کو تھپڑ رسید کر دیا گیا اور کئی لوگوں کو ہراساں کیا گیا، ایسے وقت میں جب ملک میں گائے کی حفاظت کے نام پر انسانوں کا قتل کیا جا رہا ہے، یہ صورت حال پیدا ہونا حالات کو اور زیادہ خطرناک بنا سکتا ہے اور نفرت کی چنگاری کو شعلوں میں تبدیل کر سکتا ہے، اس لئے بہت ہی ذمہ داری کے ساتھ امرناتھ یاتریوں کی حفاظت کی جائے اور مذہب کی عینک اتار کر ملک کی حفاظت کی جائے، اسی کے ساتھ ساتھ ایک بڑا سوال یہ بھی ہے، جو بڑے حملے ہوئے ہیں، وہ بھارتیہ جنتا پارٹی کے دور اقتدار میں ہوئے ہیں اور اندرون ملک اس سے برا اثر پڑا ہے۔

اس سلسلہ میں وزیر اعظم کو سنجیدگی سے غور وفکر کرنے اور ٹھوس اقدامات کرنے کی ضرورت ہے اور اس سے زیادہ منفی اثر کیا ہو سکتا ہے کہ سلیم شیخ نے اپنی جان پر کھیل کر لوگوں کو بچایا، پھر بھی انہیں مجرم کی نگاہوں سے دیکھا گیا، بہت سے افراد نے انہیں غلط خیال کیا؟ سوالات کو جنم دیا گیا، کیونکہ وہ مسلمان تھا، اگر اس کی گاڑی شرائین بورڈ سے منظور نہیں تھی تو حفاظتی دستے نے اسے پہلے ہی کیوں نہیں روکا؟ اب اس سوال کو کیوں جنم دیا گیا؟ کیا یہ انتظامیہ کی کوتاہی نہیں ہے؟ اس موقع پر سلیم کی قربانی نے ملک کو جھلسنے سے بچایا، غم واندوہ کے دریا میں غوطہ زن ہونے سے بچایا، پھر مسلمان ہی مشکوک کیوں؟ مذہب کی عینک اتار کر تحقیقات کرنے کی ضرورت ہے تاکہ مسلسل ہو رہے حادثات کو روکا جا سکے، ملک کو فرقہ پرستی کی آگ سے بچایا جا سکے، محبت کو عام کیا جا سکے، نفرت کو شکست دی جا سکے، انسانوں کو حیوانیت سے بچایا جا سکے، ابھی کچھ نہیں بگڑا ہے، میڈیا اور سیاسی رہنما ہوش کے ناخن لیں، ٹی آر پی اور کرسی کی فکر چھوڑ کر ملک کی فکر کریں، محبت کا پیغام عام کریں، ہندو مسلم اتحاد پر اسٹورز کریں، لوگوں کی ذہنیت تبدیل کریں، مجرم کو مذہب کے خانہ میں نہ رکھیں، اس کے جرم کی سنگینی بیان کریں، لوگوں کے جذبات سے کھیلنا کامیابی کا ذریعہ نہیں ہو سکتا ہے، معصوموں کی جانیں جائیں گی اور ملک بدنامی کا شکار ہوگا اور سیاحتی سفارتی بہت سے شعبہ نقصان سے دوچار ہوں گے۔

○❖○

حج بیت اللہ؛ روحانی تربیت کا ایک بہترین ذریعہ

ریحان اختر علی گڑھ مسلم یونیورسٹی

اسلام میں عبادتیں دوطرح کی ہیں، ایک کا تعلق انسان کے جسم سے ہوتا ہے، مثلاً نماز، روزہ وغیرہ اور عبادت کی دوسری قسم کا تعلق انسان کے مال سے ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صاحبِ ثروت کی ذاتی کمائی میں معذور اور مجبور بندگانِ خدا کا بھی حصہ ہوتا ہے، جو زکوۃ صدقات کی شکل میں حق داروں کو پہنچایا جاتا ہے۔ ان دو عبادتوں کے مجموعے کو حج کہا جاتا ہے، جس میں جسمانی عبادت کے ساتھ مالی عبادت بھی انجام پاجاتی ہے۔ شاید اسی حقیقت کو نگاہ میں رکھتے ہوئے خداوند عالم نے صرف صاحب استطاعت مسلمانوں پر ہی اس عبادت کو فرض کیا ہے، جس کی انجام دہی کیلئے جسمانی مشقت، مالی اخراجات کے ساتھ اپنے اہل وعیال اور وطنِ عزیز کی جدائی کا غم بھی اٹھانا پڑتا ہے۔

جس طرح نماز، روزہ اور زکوۃ تمام عبادتیں سابقہ شریعتوں میں فرض تھیں، اسی طرح کسی مقدس ومحترم مقام کی زیارت کیلئے جانا بھی کسی نہ کسی صورت تمام شریعتوں میں تھا؛ مگر حقیقتاً فریضۂ حج ملت ابراہیمی کی یادگار ہے جو قیامت تک زندہ تابندہ رہے گی۔ قرآن پاک میں متعدد آیات میں حج بیت اللہ کی زیارت کا ذکر آیا ہے۔ اور آیات قرآنی میں حج کے تمام ضروری احکام وہدایات واضح کردی گئی ہیں۔ فریضۂ حج صرف صاحب استطاعت لوگوں پر ہے، اللہ پاک کا ارشاد ہے:

وَلِله عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اليه سَبِيلًا (آل عمران:۹۷)
اور اللہ تعالیٰ کیلئے ان لوگوں پر بیت اللہ کا حج کرنا ہے جو اس تک پہنچنے کی استطاعت رکھتا ہو۔

حج تو درحقیقت خدا کی اس مقدس سرزمین پر حاضری کا نام ہے، جہاں نبیوں، رسولوں اور برگزیدہ بندوں نے اپنی حاضری کے ذریعہ اطاعت وبندگی کا فریضہ انجام دیا ہے، اور اپنی اطاعت وبندگی کا عہد وپیمان کیا ہے۔ درحقیقت اس فریضہ کی ادائیگی کے ذریعہ خدا کی بارگاہ میں اپنی غلطیوں سے توبہ کرنا اور اپنے انتہائی محسن ومنعم ومولیٰ ومالک کو منانا ہے؛ تاکہ وہ ہم پر نظر رحمت کردے اور ہمارے ساتھ عفو درگزر کا معاملہ کرے؛ کیوں کہ وہ رحم وکرم اور لطف وعنایت کا بحرِ بے کراں ہے۔

حج انسان کو کس طرح سے اللہ رب العزت کی نگاہ میں معزز و مکرم اور موقر و محترم بنا دیتا ہے اور حج کی ادائیگی کے بعد اس کی زندگی میں کیسی زبردست تبدیلی پیدا ہو جاتی ہے اور کس طرح سے اس کی تربیت ہو جاتی ہے، پیغمبر اعظم کا ارشاد گرامی ہے کہ:

عَنْ أَبِيْ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَابِعُوْا بَيْنَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ فَاِنَّهُمَا يَنْفِيَانِ الْفَقْرَ وَالذُّنُوبَ كَمَا يَنْفِي الْكِيْرُ خُبْثَ الْحَدِيْدِ وَالذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ (مشكوة المصابيح)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: حج اور عمرہ یکے بعد دیگرے ادا کرو؛ اس لیے کہ یہ دونوں افلاس اور گناہوں کو اس طرح دور کر دیتے ہیں جس طرح بھٹی لوہے، چاندی اور سونے کے میل کو دور کر دیتی ہے۔

ایک دوسری حدیث میں ہے:

عَنْ أُمِّ سَلْمَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ أَهَلَّ بِحَجَّةٍ أَوْ عُمْرَةٍ عَنِ الْمَسْجِدِ الأَقْصٰى الى الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ غُفِرَ لَه مَا تَقَدَّمَ عَنْ ذَنْبِه وَمَا تَأَخَّرَ وَ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنةُ (مشكوٰة المصابيح)

حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں کہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ جو شخص احرام باندھے حج اور عمرہ کا مسجدِ اقصیٰ سے مسجد حرام تک اس کے تمام اگلے اور پچھلے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں اور جنت اس کے لیے واجب ہو جاتی ہے۔

حج بیت اللہ تو مومنین کے لیے توبہ وانابت، روحانی تربیت، اور رجوع الی اللہ کا بہترین ذریعہ ہے اور بندگی وطاعت اور خود سپردگی کا مظہر ہے۔ ایک مومن کی سب سے بڑی سعادت یہ ہے کہ وہ عشقِ خداوندی اور محبتِ الٰہی سے اپنے قلوب واذہان کو مسحور رکھے۔ جب احرام باندھے اور تلبیہ ''لبیک اللّٰھم لبیک'' کا ورد کرے، تو ایسا محسوس ہو کہ بارگاہ الٰہی سے بندہ کو اطاعت وفرمانبرداری کے لیے بلایا جا رہا ہے، اس پکار سے آدمی کے اندر عبدیت وبندگی کا احساس تازہ ہو اور خواہش نفس پر قابو پانے کا جذبہ نشو ونما پائے۔ اس عمل سے ہر ہر قدم پر تواضع وانکساری، روحانی کیف وسرور، خوف وخشیت، اخلاص وللّٰہیت پیدا ہو جائے۔ صبر وتحمل کی عادت پڑ جائے، فریضہ حج کی ادائیگی سے مومن ایسا پاک وصاف ہو جاتا ہے کہ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم التائب من الذنب کمن لا ذنب له کا حقیقی مصداق بن جاتا ہے۔

بحسن وخوبی اس فریضہ کی ادائیگی کے بعد آدمی کی پوری ذات اطاعت و بندگی، خوف وخشیتِ ربانی اور فنافی اللہ کا ترجمان بن جاتی ہے۔ اس کے بعد وہ ہر برے عمل سے اجتناب کرنے لگتا ہے، اس کے اندر اعمالِ صالحہ کی طرف سبقت کا ذوق وشوق بڑی تیزی سے بڑھ جاتا ہے، اس کی زندگی میں انقلاب آجاتا ہے، اب اس کی زندگی میں ایک نئی روح، ایک نئی حیات اور اس کا ایک نیا دور شروع ہوجاتا ہے، جس میں دین ودنیا کی بھلائیاں جمع اور دونوں کی کامیابی شامل ہوتی ہے۔

حج بیت اللہ درحقیقت وہ عظیم الشان فریضہ ہے جس میں ایک حاجی کو وقت کی قربانی دینا پڑتی ہے، مال خرچ کرنا پڑتا ہے اور جسمانی مشقتیں جھیلنا پڑتی ہیں۔ مزید برآں اعزہ واقرباء اور احباب ورفقاء سے دور ہوکر اور ان کی یادوں کو بالائے طاق رکھ کر اللہ رب العزت اور اس کے حبیب محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یادوں کے ورد کو اس تربیتی کورس میں اپنی زندگی کا شیوہ بناتا ہے، اس طرح اس کے اندر اخلاص وللّٰہیت، اخوت ومحبت، ایثار وقربانی اور دوسرے ان تمام اوصافِ حسنہ کو نشوونما دینے کا ملکہ پیدا ہوتا ہے جس کے دور بیں اثرات ونتائج اس کی عملی زندگی میں سامنے آتے ہیں اور پھر بلاشبہ اس کی زندگی قوم وملت بلکہ پوری دنیا کے لیے موجبِ سعادت ورحمت ثابت ہوجاتی ہے۔ ❍❖❍

حج وعمرہ

تالیف: حضرت مولانا محمد قاسم صاحب، دامت برکاتہم

سابق پرنسپل مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ، پٹنہ وصدر جمعیۃ علماء بہار

پاکٹ سائز، صفحات: 48

حج وعمرہ کی رہنمائی کیلئے آسان زبان میں مختصر اور جامع کتاب۔

زائرین حرم اپنے ساتھ اس کتاب کو رکھیں اور رہنمائی حاصل کریں!

مفت حاصل کرنے کیلئے:

جامعہ مدنیہ سبل پور، پٹنہ -9

دفتر ماہنامہ ندائے قاسم، نفیس کالونی، پٹنہ -6

موبائل نمبر: 9431011919 = 9934556027

کعبہ پہ پڑی جب پہلی نظر!

یوں تو زندگی میں بڑی بڑی حسین وجمیل عمارتیں اور فن تعمیر کے خوبصورت ترین نمونے ہم لوگ دیکھتے ہونگے ؛لیکن کعبہ اللہ میں اللہ تعالیٰ نے ایسی رعنائی اور دل کشی رکھی ہے کہ وہ منظر آنکھوں میں کھپا اور دل میں سما جاتا ہے، یہاں پہونچ کر حجاج فنافی اللہ ہوجاتے ہیں، انہیں عبدیت کے سوا کسی چیز کا ہوش نہیں رہتا، اور کعبۃ اللہ پر نظر پڑتے ہیں مست ہیوجاتے ہیں، پھر انہیں کچھ یاد نہیں رہتا بالکل ویسا ہی منظر جو کسی نے یوں بیان کیا ہے:

کعبہ پہ پڑی جب پہلی نظر ❖ کیا چیز ہے دنیا بھول گیا
یوں ہوش وخرد مفلوج ہوئے ❖ دل ذوقِ تماشہ بھول گیا
پھر روح کو اذنِ رقص ملا ❖ ، خوابیدہ جنوں بیدار ہوا
جلوؤں کا تقاضا یاد رہا ❖ نظروں کا تقاضا بھول گیا
احساس کے پردے لہرائے ❖ ، ایمان کی حرارت تیز ہوئی
سجدوں کی تڑپ اللہ اللہ ❖ ، سر اپنا سجدہ بھول گیا
پہنچا جو حرم کی چوکھٹ تک ❖ ، اک ابر کرم نے گھیر لیا
باقی نہ رہا پھر ہوش مجھے ❖ ، کیا مانگا اور کیا کیا بھول گیا
جس وقت دعا کو ہاتھ اٹھے ❖ ، یاد آ نا سکا جو سوچا تھا
اظہارِ عقیدت کی دُھن میں ❖ اظہارِ تمنا بھول گیا
ہر وقت برستی ہے رحمت ❖ کعبے میں جمیل اللہ اللہ
خاکی ہوں میں کتنا بھول گیا ❖ عاصی ہوں میں کتنا بھول گیا

گیارہویں چھ روزہ تحفظ ختم نبوت تربیتی کیمپ

سند شرکت اور تقسیم انعامات کے ساتھ بحسن وخوبی اختتام پذیر

از قلم: محمد احمد ایم اے

ایشیاء کی عظیم درسگاہ دارالعلوم میں کل ہند مجلس تحفظ ختم نبوت دارالعلوم دیوبند کی زیر نگرانی ۱۵ نشستوں پر مشتمل چھ روزہ تعلیمی وتربیتی تحفظ ختم نبوت کیمپ آج مہتمم دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم نعمانی صاحب دامت برکاتہم کی ناصحانہ کلمات کے ساتھ بحسن وخوبی اختتام پذیر ہوگیا۔ اختتامی نشست کا آغاز قاری محمد عمیر لکھیم پوری متعلم دارالعلوم دیوبند کی تلاوت قرآن مجید اور مولانا محمد ارشاد اندوری کی نعت پاک سے ہوا، جبکہ نظامت کے فرائض کیمپ کے مربی خصوصی اور استاذ حضرت مولانا شاہ عالم گورکھپوری صاحب مدظلہ نے بحسن وخوبی انجام دیے۔

کیمپ کی زیادہ تر نشستوں میں حضرت مولانا شاہ عالم گورکھپوری صاحب مدظلہ کے تربیتی اسباق ہوئے۔ جس کے بالترتیب تحفظ ختم نبوت کی تاریخ، عہد رسالت سے لے کر موجودہ دور تک کے فتنوں کا تاریخی پس منظر اور مختصراً تعارف وتجزیہ، فتنہ قادیانیت کا پوسٹ مارٹم قادیانی تحریرات کی روشنی میں، جھوٹے مدعیان مہدویت کی تاریخ اور علمی وعملی میدان میں تحفظ ختم نبوت کے موضوع پر کام کرنے کے طور وطریق جیسے موضوعات تھے۔

حضرت مربی خصوصی نے شرکاء سے اپیل کی کہ تحفظ ختم نبوت کی علمی، سماجی، تبلیغی، صحافتی، تصنیفی، تدریسی وغیرہ ہمہ جہت خدمات اور حالات حاضرہ کے تقاضوں کی تکمیل سے مسلسل وابستہ رہنے کیلئے ضروری ہے کہ وہ بذات خود کسی بھی خدمت یا عہدے سے وابستہ ہونے سے قبل تحفظ ختم نبوت کا ممبر بنیں اور عوام کو بھی رضا کارانہ طور پر ممبر بنائیں، ہمارے اکابر نے تحفظ ختم نبوت کی خدمات کو قومی خدمات کے طور پر متعارف کرایا تھا لیکن اب اسے نہ صرف یہ کہ مسلکی محاذ میں تبدیل کر دیا گیا ہے بلکہ حد درجہ محدود بھی کر دیا گیا ہے، لہٰذا تحفظ ختم نبوت کی خدمات کا دائرہ قومی سطح پر اس طرح وسیع کیا جائے کہ قوم کا ہر فرد ایمان وعقائد کے تحفظ کیلئے تحریک تحفظ ختم نبوت کا بے لوث سپاہی بنے۔ مولانا نے موضوع کے تعلق سے اردو ہندی اور دیگر مقامی زبانوں میں لیٹریچر کی توسیع واشاعت پر بھی زور دیا اور ممبران کو اس پر آمادہ کیا کہ وہ رضا کارانہ طور پر اس خدمت کو انجام دیں۔ اپنے اپنے علاقوں میں ممبر سازی کی بنیاد پر خود کفیل مجلسیں قائم کریں، کوئی علاقہ اور

گاؤں ایسا نہ ہو جہاں ختم نبوت کے ممبر نہ پائے جائیں۔مولانا نے اس بات پر خاص زور دیا کہ ملک کے جمہوری قوانین کا لحاظ کرتے ہوئے اسلام مخالف فتنوں پر اسلامی اصلاحات استعمال نہ کی جائیں کیوں کہ اس سے مسلمانوں کو دھوکہ لگتا ہے۔

دوران کیمپ خبر ملتے ہی کیمپ کی گیارہویں نشست کو استاذ الاساتذہ حضرت مولانا ریاست علی بجنوریؒ کی تعزیتی نشست میں تبدیل کر دیا گیا، تمام شرکاء کیلئے سب سے بڑے صدمے کی بات یہ تھی کہ اسی نشست میں یا اگلی نشست میں بشرط صحت حضرت استاذ محترمؒ ''دور حاضر میں عقائد وعلم کلام کی اہمیت اور ضرورت'' کے موضوع پر خطاب کرنے والے تھے۔دسویں نشست کی آغاز سے قبل اپنے دولت کدے پر حضرت مولانا شاہ عالم صاحب گورکھپوری کو طلب فرمایا اور بقول ان کے اب تک کے پیش کردہ تمام موضوعات واسباق کا خلاصہ قدرے تفصیل سے سن کر خوب خوب دعاؤں سے نوازتے ہوئے فرمایا کہ'' بیٹے، کل طبیعت صحیح رہی تو صبح کی پہلی نشست میں یا اس کے بعد اختتامی نشست میں خود حاضر ہوں گا، میں آنے سے پہلے تمھیں خبر کر دوں گا اور میرا موضوع وہی رہے گا جو گذشتہ سال کا تھا'' بعد نماز مغرب یہ گفتگو ہوئی اور کسے خبر تھی کہ اس شام کا سورج طلوع ہونے سے قبل ہی حضرت خالق حقیقی سے جا ملیں گے اور شرکاء کیمپ اب ہمیشہ کیلئے راستہ دیکھا کریں گے، حضرت مولانا شاہ عالم صاحب نے جب یہ روداد غم حاضرین مجلس کو سنایا تو تمام آنکھیں اشکبار ہو گئیں۔ اللہ تعالیٰ تحفظ ختم نبوت کی خدمت سے اس بے لوث تعلق ومحبت کے صدقے وطفیل میں حضرت مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ نصیب فرمائے اور تمام خدام تحفظ ختم نبوت ولواحقین واہل خاندان کو صبر جمیل عطا فرمائے، آمین۔

دو نشستوں میں قاری سید محمد عثمان منصور پوری ناظم کل ہند مجلس نے ردقادیانیت پر محاضرہ پیش کیا نیز دو نشستوں میں جناب حافظ اقبال احمد صاحب ملی صدر احیاء السنہ اسلامک سینٹر مالیگاؤں نے اور ایک نشست میں مولانا اشتیاق احمد صاحب مبلغ کل ہند مجلس تحفظ ختم نبوت دارالعلوم دیوبند نے کذبات مرزا پر بیان کیا۔ مطالعہ اور مشاہدہ کی تمام نشستوں میں مولانا محمد شاہد انور بانکوی، ماسٹر محمد احمد گورکھپوری کارکنان مرکز التراث الاسلامی دیوبند نے علمائے کرام کے بیان کے دوران پیش کئے گئے حوالوں اور کتابوں کو پروجیکٹر سے اسکرین پر تمام شرکاء اور سامعین کو دکھایا اور کتابوں کے حوالے لےنوٹ کرائے۔

کیمپ میں صوبہ کیرالہ، تمل ناڈ، کشمیر، راجستھان، آسام، منی پور، تری پوری، ناگالینڈ، بہار، یوپی،

ہریانہ، دہلی، آندھراپردیش، تلنگانہ، ایم پی وغیرہ کے فضلاء نے شرکت کی جو دارالعلوم دیوبند، وقف دارالعلوم دیوبند، جامعہ شیخ زکریا دیوبند، مدرسہ اشرف العلوم گنگوہ، جامعہ شاہی مرادآباد، جامعہ مظاہر علوم سہارنپور، دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ اور دارالعلوم رحیمیہ بانڈی پوری کشمیر وغیرہ اداروں سے تعلق رکھتے ہیں، اندراج رجسٹر کے مطابق ان سب کی تعداد ۲۲۵ ہے۔ فضلاء مدارس عربیہ کے علاوہ، مدھیہ پردیش، مہاراسٹر، یوپی، دہلی، حیدرآباد، ہریانہ، راجستھان، ۵۷ کی تعداد میں وہ افراد شریک پروگرام ہوئے جو مدارس سے منسلک نہیں بلکہ وکالت، بزنس، یا عصری تعلیمی اداروں سے تعلق رکھتے ہیں۔

اختتامی نشست سے صدارتی خطاب کرتے ہوئے حضرت مفتی ابوالقاسم نعمانی صاحب نے فرمایا کہ آپ سب کو چھ روزہ تربیتی کیمپ میں شرکت کے بعد یہ احساس ضرور ہوا ہوگا کہ ابھی تک ہم لوگ اِن باطل تحریکوں اور فتنوں کی خطرناکی سے ناآشنا تھے، اس کیمپ سے استفادہ کے بعد یہ احساس پیدا ہو جانا ہی بہت بڑی کامیابی ہے۔ طلبہ یہاں جو کتابیں خریدتے ہیں وہ یا تو شروحات اور درسی کتابیں ہوتی ہیں یا تقریر اور خطابت و نظامت سے متعلق کتابیں ہوتی ہیں، آپ کو تو حالات خود مقرر بنائیں گے۔ ہر طالب علم جانتا ہے کہ اس کے علاقے میں کونسا فتنہ ہے اس لیے آپ ان شروحات اور حواشی کے ساتھ ان کتابوں کو بھی خریدیں جو فتنوں کے رد و تعاقب میں کام میں آتی ہیں۔ اپنے اکابر کی تصانیف کو آپ حاصل کریں، اور اپنے بڑوں کے ساتھ رابطہ رکھیں۔ جب آپ رابطہ میں رہیں گے تو آپ سے ضرورت کی جگہوں میں کام لیا جائے گا۔ اس کا ایک مستقل نظام قائم کیجیے، ضلعی سطح کی مجالس اپنے صوبائی مراکز سے رابطہ کریں اور ان کو اپنی رپوٹیں بھیجیں اور صوبائی ذمہ داران ضروری امور کی نشاندہی کر کے مرکز کو بھیجیں، مجلسوں کے قیام کے بارے میں بھی ضروری ہے کہ جہاں مجلسیں نہیں ہیں وہاں لوگوں کو جوڑ کر مجالس قائم کریں۔ جن علاقوں میں مجلس تحفظ ختم نبوت قائم کیا گیا ہے مثلاً حیدرآباد، وہاں تو اتنا کام بڑھا ہے کہ وہاں کی مجلس نے اپنی زمین خرید کر مستقل طور پر اپنی عمارت بنائی ہے اور اب وہ مستقل ایک ادارہ بن گیا ہے۔ اب آپ سب یہاں سے احساس ذمہ داری کا جذبہ لیکر اُٹھیں اور اپنے اپنے علاقوں میں باطل قوتوں سے مسلمانوں کے ایمان وعقائد کو محفوظ کرنے کی خدمت میں مشغول ہو جائیں اور مرکزی دفتر کل ہند مجلس کو اپنی سرگرمیوں سے باخبر رکھیں۔

بقیہ صفحہ 20/ پر ملاحظہ فرمائیں!

شخصیات:

استاذ محترم، حضرت شیخ یونسؒ: کچھ یادیں، کچھ باتیں

خالد انور پورنوی، المظاهری

حضرت شیخ سے مشہور، استاذ محترم، شیخ العرب والعجم مولانا محمد یونس صاحبؒ شیخ الحدیث جامعہ مظاہر علوم سہارنپور اب اس دنیا میں نہیں رہے، یہ خبر سنی تو دلوں میں ایک کہرام سا مچ گیا، کانوں کو یقین نہ آیا، لیکن جب تحقیق کی تو پتہ چلا یہ خبر سچ ہے، انا للہ وانا الیہ راجعون

وہ 2004ء کا سال تھا، جب ہم مظاہر علوم سہارنپور میں بخاری اور مسلم شریف ان سے پڑھتے تھے، کیا غضب کا حافظہ تھا ان کا، ایک ایک حدیث پر کلام کرتے تو لگتا باران رحمت کا خاص نزول ہو رہا ہے، بات صرف لکھنے کی حد تک نہیں، وہ حقیقت میں اپنے زمانہ کے سب سے بڑے محدث تھے، حدیث اور فن حدیث میں وہ امام وقت تھے، اور جرح وتعدیل میں ان کا کوئی ثانی نہیں تھا، جو بولدیتے پتھر کی لکیر ثابت ہوتی، ہاں ساتھیوں میں ہم لوگ اکثر تذکرہ کرتے ”اس بڑھاپے میں ان کا یہ عالم ہے تو جوانی میں کیا عالم رہا ہوگا۔

وہ جب کسی حدیث پر کلام کرتے بڑے بڑے محدثین کے اقوال نقل کرتے، اور اس روانی سے بیان کرتے: ایسا لگتا کتاب ان کے سامنے کھلی ہوئی ہے، مگر وہ خود بھی اپنی رائے رکھتے، اور پوری مضبوطی سے رکھتے، مجال نہیں تھا کہ کوئی ان کے سامنے ٹک جاتا، علامہ ابن حجر جیسے محدثین کی رائے نقل کرنے کے بعد جب کہتے: ”چچا جی سنئے، کہاں جا رہے ہیں! تب سمجھ جاتے اب ان کی بھی کھچائی ہونے والی ہے، وہ جرح وتعدیل کے بھی امام تھے، اس لئے بڑے سلیقہ سے جرح کرتے تھے، مگر جو بھی بولتے حدیثِ رسول ﷺ کی روشنی میں، اِدھر اُدھر کی تاویلوں سے وہ بہت بچتے تھے، مگر اقوال رسول ﷺ کی روشنی میں جو بات حق بجانب سمجھتے، یا راجح اور اولیٰ وافضل سمجھتے تھے، اسے برملا بیان کر دیتے تھے، انہوں نے کئی مسئلے میں امام ابوحنیفہؒ کے خلاف امام شافعیؒ کے مسلک کو ترجیح دی ہے، بعض مسئلہ میں کہتے: بچو کبھی اس پر بھی عمل کرلو! اس لئے کہ یہ اللہ کے رسول ﷺ کی حدیث ہے۔

ویسے تو عربی سوم سے فضیلت تک مکمل تعلیم ہم نے مظاہر علوم سہارنپور میں حاصل کی ہے، اسی لئے مظاہر علوم سہارنپور کے شعبہ افتاء کے صدر مفتی اور طحاوی شریف کے ہمارے معزز اور قابل قدر استاذ جناب

مفتی مقصود صاحب کہتے تھے: خالدتم پکے مظاہری ہو' اور حقیقت میں جو کچھ بھی سیکھا اور پڑھا ہے اسی ادارہ کا دین ہے، مگر یہ بھی سچ ہے کہ جن دنوں میں دورہ حدیث میں تھا، بہار، اڑیسہ، جھارکھنڈ کے شعبہ مناظرہ کا ناظم بھی تھا، اس لئے ذہنی طور پر متشدد بھی تھا، (حالانکہ اب معاملہ بالکل برعکس ہے) بخاری اور مسلم شریف کے درس میں حضرت شیخؒ کی بعض باتیں احناف کے خلاف سنتا تو من من میں غصہ بھی ہوتا تھا، مگر ظاہر ہے ہماری اوقات ہی کیا تھی کہ سوال پوچھ لیں، یہاں تو حال یہ تھا کہ سالوں سال حدیث کا درس دینے کے بعد حدیث پڑھنے کیلئے حضرت شیخ کی شاگردی اختیار کرنا لوگ اپنے لئے فخر وکمال سمجھتے تھے، مگر ہم تو طالب علم تھے، جو بھی چلنا ہی سیکھ رہے تھے، ہاں! مگر الٹی، سیدھی باتیں سوچنا طالب علموں کی شان بھی ہوتی ہے، ہم بھی سوچتے تھے، کئی بار تو ایسا بھی ہوا کہ شروحات دیکھ کر اور دوسرے اساتذہ کی تقریریں سن کر تکرار و مذاکرہ کرتے ہوئے اپنے ساتھیوں کے پاس خوب بھراس نکالتے، حضرت شیخ نے ایسا کہا، حالانکہ ایسا ہونا چاہئے، مگر حضرت شیخ کی شخصیت اور عظمت تو اصل میں اس وقت سمجھ میں آئی جبکہ فراغت کے بعد کئی سال درس و تدریس میں مشغول رہا کہ واقعی حضرت شیخ صرف محدث نہیں، اپنے وقت کے سب سے بڑے محدث تھے، جس کا اقرار ہندوعرب کے علاوہ بڑے بڑے مشائخ نے بھی کیا ہے۔

پھر تو دل میں ایک شوق پیدا ہوا، اور یہ جنون کی حد تک تھا کہ حضرت شیخؒ کے پاس جا کر ایک سال پھر سے بخاری اور مسلم شریف پڑھوں، جامعہ مظاہر علوم میں جا کر پھر سے دورہ حدیث کا طالب علم بن جاؤں؛ مگر ظاہر ہے یہ کام ہم جیسوں کے لئے اتنا آسان نہیں تھا، اور وہ نہیں ہوسکا، مگر ہاں خواب میں کئی بار ہم نے حضرت شیخ زیارت کی، کتاب کھلی ہوئی ہے اور میں ان کے سامنے بیٹھا ہوں۔ اس کا ذکر ہم نے اپنے بعض دوستوں سے بھی کیا۔ اللہ ان کی مغفرت فرمائے، اور درجات کو بلند فرمائے۔ آمین

وہ شاعر نہیں تھے، مگر علامہ اقبالؒ کے اشعار خوب پڑھتے تھے اور کہتے دیکھو کوئی ولی بول رہا ہے، دوسرے پسندیدہ اشعار بھی وقتاً فوقتاً بولتے رہتے تھے، ہاں درس میں کسی موقع پر ایک شعر کئی بار حضرت نے سنایا تھا وہ مجھے یاد ہے۔

لوگ سمجھیں مجھے محروم بزم وقار و تمکیں
وہ نہ سمجھیں کہ مری بزم کے قابل نہ رہا

حضرت شیخؒ کی عمر جب پانچ سال دس ماہ کی تھی، ان کی والدہ ماجدہ کا انتقال ہوگیا تھا، اس لئے نانی اماں نے ان کی پرورش کی، درس میں اپنی نانی اماں کا بھی خوب تذکرہ کرتے تھے، ان سے جڑے بہت ساری یادیں بڑی دلچسپی سے بیان کرتے تھے، حضرت شیخ اکثر بیمار رہتے تھے، اور اسی لئے انہوں نے شادی کی ہمت ہی نہیں کی، مگر مزاحیہ انداز میں کہتے: میں چار شادی کرونگا، ایک بہار میں، ایک بنگال میں، ایک گجرات میں، ایک یوپی میں....ہم سب دل دل میں بہت ہنستے۔ ہم طلبہ کے بیچ یہ بات مشہور تھی بخاری شریف سے ہی انہوں نے شادی کرلی ہے اور بات بھی واقعۃً ایسی ہی تھی، اس لئے کہ یہی ان کی زندگی تھی، یہی کل کائنات، بخاری شریف جس پایہ کی کتاب ہے، یقیناً حضرت شیخ ہی کیلئے وہ موزوں تھی، کتابوں سے حد درجہ انہیں عشق تھا، ان کا کمرہ کیا تھا، ایک لائبریری؛ جس میں دنیا بھر کی کتابیں موجود تھیں، یہی ان کی زندگی تھی، اور یہی قیمتی اثاثہ، نہ انہیں دنیا سے کوئی مطلب تھا اور نہ وہ دنیا کے جھمیلوں سے واقف تھے، وہ ولی کامل کے اعلیٰ درجہ پر فائز تھے، اس لئے دنیا انہیں جھک کر سلام کرتی تھی۔

درس میں حضرت شیخ جب ''بچو'' بولتے تھے، بڑا اچھا لگتا تھا، اتنا شفقت اور پیار بھرا لفظ آج کان سننے کو ترس رہا ہے، ''بہاری'' کا لفظ بھی خوب استعمال کرتے تھے، اور یقیناً بہاری طلبہ سے غایت درجہ محبت کی بات تھی کہ بہار کے طلبہ کو بار بار اس کے صوبہ کے نام سے پکارتے تھے، اور اس انتساب کا تذکرہ کرتے تھے، ''بنگالی'' لفظ کا بھی خوب ذکر کرتے تھے، ایک دن سنانے لگے: کہ ایک بنگالی آیا اور کہنے لگا: حضرت! میں نے آپ کے لئے بادام کا ستو لایا ہے، میں نے کہا: بادام کا، کہا: ہاں، گھر سے آپ کے لئے حضرت! حضرت شیخ نے کہا: لاؤ؛ لے کر آیا تو وہ چنے کا ستو تھا'' یہ واقعہ سناتے جاتے تھے اور ہنستے جاتے تھے، پھر کہنے لگے: اصل میں بنگال میں چنا کو بادام کہا جاتا ہے۔

مختلف عوارض اور بیماریوں کے ساتھ ان پر سحر اور جادو کا بھی اثر تھا، کبھی کبھی پڑھاتے ہوئے گھبرا جاتے، وہ دیکھو چھپکلی، وہ بلی، مارو نا اس کو، ایک دن پڑھاتے ہوئے کہنے لگے: ''بچو پنکھا زور سے جھیلو (چونکہ ان کے درس میں ہاتھ پنکھا ہی استعمال ہوتا تھا، بجلی پنکھا سے طبیعت حضرت کی بگڑنے لگتی تھی) پھر فرمایا: ''ایسا لگا کہ آگ کا گولہ بدن پر کسی نے ڈالدیا، ہم لوگ یقیناً حضرت شیخؒ کی پریشانی کو دیکھتے اور سمجھتے تھے، اور دل ہی دل میں احساس ہوتا تھا؛ لیکن کر کیا سکتے تھے، دنیا بھر سے کئی عامل آئے، مگر ایک ہی صورت تھی اس سحر کے

ختم ہونے کی کہ جس نے جادو کیا ہے انہیں جان سے ماردیا جائے ،مگر حضرت شیخ اس کے لئے کبھی تیار نہیں ہوئے ، وہ تو اس کیلئے بھی تیار نہیں ہوئے کہ ان کی وجہ سے دوسروں کو تکلیف پہونچے ،کیا خوب تھے صبر کرنے والے ،زباں پر حرف شکایت کبھی نہیں آئی۔

وہ بہت ہی سادہ؛مگر نفاست پسند انسان تھے ،بڑے ہی صاف ،ستھرہ رہنے والے ،طہارت اور پاکی کا حددرجہ خیال رکھتے تھے ،عطر بہت زیادہ استعمال کرتے تھے ،جب کسی راستہ میں عطر کی خوشبو محسوس ہوتی تو سمجھ جاتے کہ حضرت شیخ اس راستہ سے گذرے ہونگے ،وہ بہت ہی نازک مزاج تھے ،مجال نہیں تھا کہ ہر شخص بحیثیت خادم ان کے پاس ٹک جاتا ،مگر جنہوں نے بھی ان کی خدمت کی ،ان کا دل آئینہ کی طرح صاف ہوجاتا ،اسی لئے مظاہر علوم سہارنپور کے بڑے بڑے اساتذہ عصر کے بعد ان کی مجلس میں بیٹھتے تھے ،اور اپنے ظاہر و باطن کی اصلاح کرتے تھے۔

حضرت شیخ انفرادی شخصیت کے مالک تھے ،وہ محدث تو تھے ہی ،محقق بھی تھے ،فقہ کے کسی مسئلہ پر تقریباً ۳۵/ایسی کتابوں کا انہوں نے حوالہ پیش کیا ،جس کا نام تک ہم نے نہیں سنا تھا ،اور کہنے لگے: پتہ نہیں بعد کے لوگوں نے کیسے لکھ دیا ،ان کی ایک ایک بات بطور سند اور دلیل کے نقل کی جاتی تھی ،چونکہ بلا تحقیق وثبوت کے وہ کچھ بھی نہیں بولتے تھے ،چالیس سال سے زائد عرصہ تک بخاری شریف کا درس دینے کے بعد سخت بیماری ،علالت ونقاہت اور کمزوری میں بھی وہ کتاب کا مطالعہ ضرور کرتے اور پھر درس دیتے ؛حقیقت میں وہ دنیائے علم کے ایک ایسے بے تاج بادشاہ تھے جن کے بارے میں ہم صرف یہی کہہ سکتے ہیں: سفینہ چاہئے اس بحر بیکراں کیلئے۔

وہ دنیا سے دور رہتے ،مگر دنیا دوڑ کر ان کے قدموں میں گرتی تھی ،مگر عالم یہ ہے کہ جو کچھ بھی آتا اسے غریبوں اور فقیروں میں خرچ کردیتے تھے ،کل کیلئے انہوں نے کبھی سوچا ہی نہیں ،نہ اس کیلئے کچھ پیسے جمع کئے ، ہاں شاگردوں کو یہ بات ضرور کہتے تھے: بچو! میرے جانے کے بعد میری طرف سے صدقہ کرتے رہنا ،یقیناً وہ توکل علی اللہ کے عملی پیکر تھے۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

khalidanwarpurnawi@gmail.com

منظور کردہ تجاویز

بموقعہ میٹنگ اراکین مجلس عاملہ، ضلعی صدور وسکریٹری

ایجنڈا

- سابقہ کاروائی کی خواندگی وتوثیق
- موجودہ ملکی فرقہ وارانہ صورت حال پرغور
- دہشت گردی کے نام پر جیل میں بند بےقصور افراد کی رہائی پرغور
- جیل میں بند بےقصور افراد کی فہرست مع ضروری دستاویزات کی فراہمی پرغور
- اسلامی تشخص کے تحفظ اور معاشرتی اصلاح پرغور
- ضلعی اور مقامی جمعیتوں کی رپورٹوں کی روشنی میں کارکردگی پرغور
- دیگر امور باجازت صدر محترم

موجودہ ملکی فرقہ وارانہ صورت حال پرغور:

ملک کی صورت حال انتہائی نازک ہے، جس ملک میں برسوں سے ہندو مسلم ایک ساتھ رہ رہے ہیں، نفرت اور فرقہ واریت کی آگ بھڑکا کر دوستی کو دشمنی میں بدلنے کی پوری کوشش ہورہی ہے۔ ابھی جنید، اور اس سے پہلے اخلاق اور پہلوخان کو جس طرح ایک بھیڑ نے مار مار کر جان سے ماردیا، یقیناً قابل تشویش ناک ہے، بہار، بنگال پر فرقہ پرستوں کی اِس وقت خاص نگاہ ہے، اور یہاں کے امن وامان کو فسادات میں بدلنے کیلئے فرقہ پرست طاقتیں اپنی پوری توانائی صرف کررہی ہیں۔ جمعیۃ علماء بہار کا یہ اجلاس مرکزی اور ریاستی حکومتوں سے مطالبہ کرتا ہے کہ اس پر سنجیدگی سے غور کیا جائے اور ملک کے امن وامان کو بحال رکھنے کیلئے جو بھی طریقے ہوسکتے ہیں وہ اختیار کئے جائیں۔

نیز جہاں پر یہ واقعہ پیش آیا ہے، وہاں کی جمعیۃ کے ذمہ داران، ریاستی جمعیۃ کے ذمہ داران کی معیت ونگرانی میں بہار گارمنیٹ سے ملاقات کرکے صورتحال سے آگاہ کرائیں۔

اکتوبر کے اخیر میں تربیتی پروگرام کا انعقاد کیا جائے، جگہ کے تعین کا اختیار صدر اور سکریٹری کو دیا جائے۔

اسی کے ساتھ جمعیۃ علماء بہار کا یہ اجلاس اپنے تمام اراکین، ضلعی صدور وسکریٹری، ممبران بلکہ پوری امت مسلمہ سے گذارش کرتا ہے کہ حالات جیسے بھی ہوں، صبر کا دامن نہ چھوڑیں، فرقہ پرست طاقتوں کے بہکاوے میں آکر کسی بھی طرح سے مشتعل ہونے سے ہم احتراز کریں۔ حکمت عملی، تحمل اور بردباری سے کام لیں۔

دہشت گردی کے نام پر جیل میں بند بےقصور افراد کی رہائی پرغور:

دہشت گردی کے بارے میں جمعیۃ علماء کا موقف بالکل صاف اور دوٹوک رہا ہے، دہشت گردی اسلام کے

خلاف عالمی سازش ہے، اسلام امن وشانتی کی تعلیم دیتا ہے، ہر قسم کے تشدد اور دہشت گردی کی مذمت کرتا ہے۔ جمعیۃ علماء ہند نے ملک بھر میں کانفرنسوں، جلسوں، مذاکرے اور دیگر ذرائع سے اسلام کے اسی موقف سے ملک اور قوم کو آگاہ کیا ہے، جمعیۃ علماء ہند کے صدر محترم جناب حضرت مولانا قاری سید محمد عثمان صاحب منصور پوری اور ناظم عمومی جناب مولانا سید محمود اسعد مدنی صاحب کی کوششوں سے الحمدللہ اس میں کامیابی بھی مل رہی ہے، اور عدالتوں میں یہ ثابت ہورہا ہے کہ جن افراد کو دہشت گردی کے الزام میں گرفتار کرکے پوری قوم کو بدنام کیا گیا تھا دراصل وہ بےقصور تھے اور ان کے خلاف کوئی ثبوت نہیں مل سکی۔ جمعیۃ علماء بہار کا یہ اجلاس جمعیۃ علماء ہند کی اس کوشش کو تحسین کی نظر سے دیکھتا ہے، اور ریاست بہار کے جن اضلاع میں دہشت گردی کے نام پر ابھی بھی بےقصور جیل میں قید ہیں، یا جرمانہ کی رقم ادا نہ کرنے کی وجہ سے وہ ابھی جیل کی سلاخوں میں بند ہیں، اس پر جمعیۃ علماء بہار کے اراکین، ضلعی صدور وسکریٹری اور ذمہ داران وعہدیداران کو بالخصوص اور پوری امت مسلمہ سے اپیل کرتا ہے کہ اس پر توجہ دی جائے۔ اور جہاں کہیں بھی اس طرح کے واقعات پیش آرہے ہیں اس کی رپورٹ دفتر جمعیۃ علمائے بہار کو ارسال کی جائے۔ تمام اضلاع سے رپورٹ کے فراہمی کے بعد مرکز رپورٹ بھیج جائے۔

○ اسلامی تشخص کے تحفظ اور معاشرتی اصلاح پر غور:

جمعیۃ علماء بہار کے اس اجلاس کو مسلمانوں کے تعلق سے اسلامی تشخص کو لے کر بڑی تشویش ہے، اس سلسلہ میں لاپروائی اور غفلت روز بروز بڑھتی جارہی ہے، مغربی تہذیب کے غلبے اور جاہلی رسوم وروایات کے فروغ کی وجہ سے مسلم معاشرہ بھی پوری طرح بگاڑ کا شکار ہوگیا ہے، معاملات، تجارت، شادی، بیاہ میں بےراہ روی عام ہے، جوا، سٹہ، لاٹری، سنیما بینی، فحش ٹی وی، جہیز، شراب نوشی، بےپردگی، اور رحم مادر میں قتل نفس نے خطرناک شکل اختیار کرلی ہے، بےحیائی، بدکاری تیزی سے بڑھ رہی ہے، فحش گانوں کو بجانا اور علی الاعلان سننا، سنانا، موبائل کے ذریعہ گندے اور غیر اخلاقی مواد کی اشاعت نے حیاو شرافت کا جنازہ نکال دیا ہے، اس کے مدنظر یہ اجلاس خاص طور سے علماء، ائمہ مساجد اور ذمہ داران حضرات کو ذیل کے طریقوں کو اختیار کرنے کی اپیل کرتا ہے:

- ہر بستی اور محلّہ میں اصلاحی کمیٹیاں قائم کرکے عوام کو اسلامی تشخص کی طرف متوجہ کیا جائے، آپس میں سلام کو رواج، صورت وسیرت کو اسلامی رنگ میں ڈھالنے کی ترغیب، توحید ورسالت، آخرت، وغیرہ بنیادی عقائد عام کریں، اور گھروں میں دینی ماحول قائم کیا جائے، نوجوانوں اور ان کے والدین کو سمجھایا جائے کہ شادی میں جہیز پر نظر رکھنا شریعت اور اعلی انسانی قدروں کے خلاف ہے۔
- رحم مادر میں دختر کشی، جہیز کے لئے قتل اور بات بات پر طلاق کے بڑھتے ہوئے واقعات پر روگ

لگانے اوران سماجی لعنتوں سے ہر حال میں خودکو دور رکھنے کی ہر ممکن کوشش کریں۔

- پروگراموں اصلاح معاشرہ کوملی فریضہ سمجھتے ہوئے انجام دیا جائے، انفرادی ملاقات، میٹنگوں، لٹریچر اور دیگر طریقے اختیار کر کے فحش پروگراموں اور دوسری خرافات سے بچنے کی تلقین کی جائے، شرعی لباس اور اسلامی وضع قطع کے مطابق زندگی گذارنے کی ترغیب دی جائے، انسداد فحاشی مہم کیلئے شرعی واسلامی طریقوں پر زور دیا جائے۔
- شادی بیاہ، ختنہ وغیرہ میں اسراف اور بے جا جہیز وتلک کی ناجائز رسموں کے خلاف تحریک چلائی جائے۔
- عام لوگوں بالخصوص نوجوانوں کو منشیات کے استعمال سے روکا جائے۔
- جمعیۃ علماء ہند کی تحریک ہے کہ ملک بھر میں نشہ مخالف، جہیز بندی، فحاشی، اور عریانیت کے روک تھام پر ملک گیر تحریک چلائی جائے، جمعیۃ علماء بہار کا یہ اجلاس مطالبہ کرتا ہے کہ ریاستی اور ضلعی ذمہ داران زمینی سطح پر اس تحریک کو آگے بڑھانے میں تعاون کریں اور شریعت بیداری مہم پروگراموں کے ذریعہ لوگوں کی اصلاح کی طرف توجہ دیں۔
- مسئلہ طلاق، حلالہ ودیگر شرعی وبنیادی مسائل پر پمفلیٹ اور لٹریچر شائع کئے جائیں۔
- جو مدارس جمعیۃ علماء بہار کی تصدیق حاصل کرتے ہیں، جمعیۃ کی جانب سے اصلاح معاشرہ کرنے کا پابند بنایا جائے۔

ضلعی اور مقامی جمعیتوں کی رپورٹوں کی روشنی میں کارکردگی پرغور:

جمعیۃ علماء بہار کا یہ اجلاس تمام ضلعی شاخوں کے صدرو اور نظماء سے مطالبہ کرتا ہے کہ ہر ماہ اپنی کارکردگی رپورٹ ریاستی دفتر کو ارسال کریں۔ رپورٹ کی روشنی ہی میں کارکردگی سمجھ میں آئے گی۔

دیگر امور باجازت صدر محترم

تعزیت: جمعیۃ علماء ہند کے نائب صدر اور جمعیۃ علماء بہار وجھارکھنڈ کے سابق صدر مولانا ازہر صاحب سابق مہتمم جامعہ حسینیہ رانچی، مولانا ریاست علی صاحب بجنوری، نائب صدر جمعیۃ علماء ہند واستاذ حدیث دارالعلوم دیوبند، محدث کبیر حضرت مولانا محمد یونس صاحب، شیخ الحدیث جامعہ مظاہر علوم سہارنپور، پروفیسر ارشد جمیل صاحب، صدر شعبہ اردو متھلا یونیورسیٹی دربھنگہ، ماسٹر ظفر صاحب سابق استاذ جامعہ مدنیہ سبل پور پٹنہ، محترمہ بی بی عالیہ خاتون مرحومہ اہلیہ حضرت مولانا حسین احمد صاحب استاذ مدرسہ انوارالعلوم اسلام پور پورنیہ ودیگر مرحومین کو جمعیۃ علماء بہار کا یہ اجلاس اظہار تعزیت پیش کرتا ہے، اوران کیلئے دعائے مغفرت کرتا ہے، اللہ ان کے درجات کو بلند فرمائے، آمین

شب روز

جامعہ مدنیہ سبل پور، پٹنہ میں تعلیمی سیشن کا آغاز

رمضان المبارک کی تعطیلِ کلاں کے بعد 11 رشوال المکرّم 1438ھ کو جامعہ مدنیہ کھل گیا،قدیم اور جدید طلبہ پروانہ وار داخلہ کیلئے پہونچنے لگے،قدیم اور جدید طلبہ میں سے شعبہ عربی،حفظ، دینیات میں 700/ طلبہ کا داخلہ لیا گیا۔واضح رہے کہ اعلان کے مطابق 11 / 12 رشوال کو قدیم طلبہ کا داخلہ لیا گیا، جبکہ 13 رشوال کو فارم بھر کر جدید طلبہ داخلہ امتحان میں شریک ہوئے ،ان میں سے معیاری اور اچھے نمبرات سے پاس ہونے والے طلبہ کو کامیاب قرار دیا گیا،اوران کا داخلہ لیا گیا،جدید وقدیم طلبہ کے داخلہ کی کارروائی کے بعد بعد نماز ظہر نئے سال کے تعلیمی سیشن کا آغاز ہوا،اس موقع پر مدنی مسجد میں اہم پروگرام کا انعقاد ہوا جس کی صدارت جامعہ ہٰذا کے بانی حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نے فرمائی ،تلاوت قرآن کریم اور نعت خوانی کے بعد ناظم جامعہ ہٰذا جناب مولانا محمد ناظم صاحب نے جامعہ ہٰذا کے اصول وضوابط سے طلبہ کو آگاہ کرتے ہوئے بتایا: جامعہ میں طلبہ کے آنے کا ایک ہی مقصد ہے تعلیم کا حصول اور اس پر مظبوطی سے کاربند رہنا تمام طلبہ کیلئے لازم اور ضروری ہے، موبائل کے استعمال پر بھی انہوں نے سختی سے روک لگائی ،بانی جامعہ جناب مولانا محمد قاسم صاحب نے علم کی فضیلت،اسباب عالم،ذرائع علم پر اہم خطاب فرماتے ہوئے کہا: علم ایک روشنی ہے،جبکہ جہالت ایک تاریکی ہے،انہوں نے کہا: علم حاصل کرنے کے بہت سے ذرائع ہیں،حواس،عقل اور پھراس کے بعد وحی،جیسا کہ نبی کریم ﷺ کے پاس حضرت جبرئیل علیہ السلام اللہ کی طرف سے وحی لے کرآتے تھے،آپ حضرات جو علم حاصل کررہے ہیں یہ کوئی معمولی علم نہیں ہے،اس لئے اس کی قدر کیجئے، جمعیۃ علماء بہار کے صدر محترم جناب مولانا محمد قاسم صاحب نے طلبہ کو عزم وحوصلہ اور محنت ولگن سے تعلیم حاصل کرنے کی طرف بھی توجہ دلائی ،موصوف نے زور دے کر کہا: لایعنی اور فضول باتوں سے پرہیز کرکے ہی آپ علم وفضل میں درجہ کمال حاصل کرسکتے ہیں، جناب مولانا مرغوب الرحمٰن صاحب صدالمدرسین جامعہ ہٰذا،مولانا عبدالرحمٰن صاحب،مولانا عبدالغنی صاحب اساتذہ جامعہ نے بھی اہم خطاب فرمایا،مفتی عبدالاحد صاحب نے نظامت کے فرائض انجام دیئے۔واضح رہے کہ جامعہ مدنیہ میں حفظ، دینیات اور اعدادیہ کے ساتھ عربی اول تا عربی ششم کی تعلیم ہوتی ہے،امسال سے عربی ہفتم کے اضافہ کا بھی اعلان کیا گیا ہے،خواہشمند طلبہ داخلہ لے سکتے ہیں،حضرت مولانا محمد قاسم صاحب کی دعاء پر مجلس کا اختتام ہوا۔

محدث کبیر شیخ یونسؒ کا انتقال؛ایک عظیم خسارہ

جامعہ مدنیہ سبل پور پٹنہ میں دعائے مغفرت کا اہتمام،اساتذہ،طلبہ کی شرکت

عالم اسلام کی مشہور معروف شخصیت،شیخ العرب والعجم،حدیث کے امام اور اپنے زمانے کے سب سے بڑے محدث حضرت مولانا محمد یونس صاحب جونپوریؒ شیخ الحدیث جامعہ مظاہر علوم سہارنپور یوپی، اس دنیائے فانی سے رحلت فرما گئے،انا للّٰہ وانا الیہ راجعون ۔یہ خبر مدارس،اہل مدارس،علماء،طلبہ کیلئے بجلی بن کر گری، جہاں تک خبر پہونچی ایک کہرام مچ گیا،اس لئے کہ ہندوستان کی ایسی عظیم شخصیت اس دنیائے فانی سے رحلت فرما گئی جن کا یقیناً کوئی ثانی نہیں ہے، بلاتفریق تمام علماء کرام،محدثین نے اس بات کا اعتراف کیا ہے۔جامعہ ہذا میں بھی خبر ملتے ہی تعزیتی نشست کے ذریعے دعائے مغفرت کا اہتمام کیا گیا،جس میں بانی جامعہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب،ناظم جامعہ جناب مولانا محمد ناظم،مولانا مرغوب الرحمٰن ودیگر اساتذہ جامعہ اور طلبہ شریک ہوئے،حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نے ''**نظر اللّٰہ امرا سمع مقالتی**'' حدیث کا ترجمہ اور تشریح کرتے ہوئے فرمایا:اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:اللہ تعالیٰ اس شخص کو سرسبز شاداب رکھے،جس نے میری کوئی حدیث سنی،اس کو یاد کیا، یاد رکھا،اور اس تک پہونچایا جس نے اس کو نہ سنی تھی،حضرت شیخ یونس صاحبؒ نے ایک لمبا عرصہ حدیث پڑھنے اور پڑھانے میں گذار دیا،اور آج لاکھوں،کروڑوں ان کے شاگردان پوری دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں۔

واضح رہے کہ حضرت مولانا محمد یونس صاحبؒ جناب شبیر احمد صاحب کے گھر 12/اکتوبر 1937ء شنبہ کے دن جونپور (یوپی) کے ایک گاوں ''کھیتاسرائے'' میں پیدا ہوئے۔5/سال 10/ماہ کے تھے کہ والدہ ماجدہ کا انتقال ہوگیا، آپؒ نے ابتدائی تعلیم اپنے وطن کے مکاتب میں حاصل کی،ابتدائی عربی سے مختصر المعانی،مقاماتِ حریری،شرح وقایہ، نورالانوار تک کی تعلیم مدرسہ ضیاء العلوم مانی پور (جون پور) میں میں حاصل کی، 15/شوال 1377ھ 5 مئی 1958ء، دوشنبہ کو مظاہرِ علوم میں داخلہ لیا اور مختصر المعانی،شرح وقایہ،قطبی،مقامات حریری،نورالانوار کا امتحان میں کامیابی حاصل کر کے یہاں 1378ھ میں پہلے سال میں جلالین،ہدایہ اولین،میبذی اور سراجی وغیرہ سے تعلیم کا آغاز کیا۔ 1380ھ میں بخاری،مسلم،ترمذی،طحاوی،نسائی،ابوداود،ابن ماجہ،موطا امام محمدؒ،موطا امام مالکؒ اور شمائل ترمذی پڑھی اور جماعت میں اول مقام حاصل کیا۔آپؒ نے بخاری شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی،ابوداود حضرت مولانا محمد اسعد اللہ (ناظم مظاہر علوم)،مسلم حضرت مولانا منظور احمد خان،اور ترمذی ونسائی حضرت مولانا امیر احمد کاندھلوی رحمہم اللہ سے پڑھیں۔بقیہ صفحہ 17/ملاحظہ فرمائیں!

حج کی فرضیت اور اس کی فضیلت !

حج اسلام کے پانچویں ارکان میں سے ایک اہم رکن ہے، اور وہ ساری عمر میں ایک بار فرض ہے۔اس کی فرضیت کا منکر کافر ہے اور باوجود قدرت کے حج نہ کرنے والوں کے حق میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشافرمایا: جس شخص کو بیت اللہ تک پہونچنے کیلئے زادوراحلہ یعنی اخراجات اور سواری کا انتظام میسر ہواور وہ تندرست بھی ہو پھراس نے حج نہ کیا تو اس کو اختیار ہے یہودی ہوکر مرے یا نصرانی ہوکر۔

یہ بڑی وعید ہے ان لوگوں کیلئے جولوگ باوجود استطاعت کے بیت اللہ کا رخ نہیں کرتے بلکہ یورپ اور دیگر ممالک کی سیر وسیاحت میں ہزاروں روپئے برباد کردیتے ہیں مگر حج کے نام سے ان کی روح خشک ہوجاتی ہے، ایسے لوگوں کو اپنے ایمان واسلام کی خیر مانگنی چاہیے۔اسی طرح جولوگ دن رات دنیاوی دھندوں میں منہمک رہتے ہیں اوراس پاک سفر کیلئے ان کو فرصت نہیں ہوتی ان کا بھی ایمان سخت خطرے میں ہے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے کہ جس شخص پر حج فرض ہوجائے اس کو اس کی ادائیگی میں حتیٰ الامکان جلدی کرنی چاہیے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں یہ پیغام شائع کرایا تھا: میری دلی خواہش ہے کہ میں کچھ آدمیوں کو شہروں اور دیہاتوں میں تفتیش کیلئے روانہ کروں جو ان لوگوں کی فہرست تیار کریں جو استطاعت کے باوجود اجتماع حج میں شرکت نہیں کرتے ،ان پر کفار کی طرح جزیہ مقرر کردیں۔

فضیلت حج کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جس نے پورے آداب وشرائط کے ساتھ بیت اللہ شریف کا حج کیا۔نہ جماع کے قریب گیا اور نہ کوئی بے ہودہ حرکت کی وہ شخص گناہوں سے ایسا پاک صاف ہوکر لوٹتا ہے جیسا ماں کے پیٹ سے پیدا ہونے کے دن پاک صاف تھا۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جوکوئی حج بیت اللہ کے ارادے سے روانہ ہوتا ہے۔اس شخص کی سواری جتنے قدم چلتی ہے ہر قدم کے عوض اللہ تعالیٰ اس کا ایک گناہ مٹاتا ہے۔اس کیلئے ایک نیکی لکھتا ہے۔اور ایک درجہ جنت میں اس کیلئے بلند کرتا ہے۔جب وہ شخص بیت اللہ شریف میں پہنچ جاتا ہے اور وہاں طواف بیت اللہ اور صفا ومروہ کی سعی کرتا ہے پھر بال منڈواتا یا کترواتا ہے تو گناہوں سے ایسا پاک وصاف ہوجاتا ہے جیسا ماں کے پیٹ سے پیدا ہونے کے دن تھا۔

عورتوں کیلئے ان کے ساتھ کسی محرم کا ہونا بھی شرائط حج میں سے ہے،محرم اس کو کہتے ہیں جس سے عورت کیلئے نکاح کرنا ہمیشہ کیلئے قطعاً حرام ہو جیسے بیٹا یا سگا بھائی یا باپ یا داماد وغیرہ۔محرم کے علاوہ مناسب تو یہی ہے کہ عورت کے ساتھ اس کا شوہر ہو، اگر شوہر نہ ہو تو کسی محرم کا ہونا ضروری ہے،حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،عورت ایک رات دن کی مسافت کا سفر بھی نہ کرے جب تک اس کے ساتھ کوئی محرم نہ ہو۔حدیث میں یہ بھی ہے: ایک شخص نے عرض کیا،حضور! میرا نام مجاہدین کی فہرست میں آگیا اور میری عورت حج کیلئے جارہی ہے۔آپ نے فرمایا، جاؤ تم اپنی عورت کے ساتھ حج کرو۔